انسانیت کا ربّانی سلسلے سے آمنا سامنا



عکسِ وجودِ باری تعالیٰ

''اگر تم اُن سے پوچھو کہ کس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔ وہ یقیناً کہیں گے کہ اللہ نے۔ اس کے وجود کے حوالے اور نشانات میں زمین اور آسمانوں کا وجود ہے اور تمھاری مختلف زبانیں اور رنگ و نسل۔''

بدیع الزماں سعید نورسی (ترکی)

۱۸۷۳ تا ۱۹۶۰

JAHANGIR BOOK DEPOT

عکسِ وجودِ باری تعالیٰ

بدیع الزمان سعید نورسی (ترکی)
1873 تا 1960

مترجم و مرتبہ
محمد یونس قریشی

ایم۔ لا (اسلامیات)، ایم۔ لا (عربی)، ایل۔ ایل۔ بی، ایل ایل۔ ایم
سابق پرنسپل حمایت اسلام لاء کالج لاہور۔
سابق لیکچرار انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائیشیا
سابق اسسٹنٹ پروفیسر فیڈرل گورنمنٹ لاء کالج اسلام آباد
سابق استاذ زائر (ا) اُردو لاء کالج لاہور (ب) علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد لاہور۔

جہانگیر بُک ڈپو
• لاہور • راولپنڈی • ملتان • فیصل آباد • حیدر آباد • کراچی

قانونی مشیر: چوہدری ریاض اختر (ایم اے، ایل ایل بی)

عکسِ وجودِ باری تعالیٰ بدیع الزماں سعید نورسی مجموعہ رسالہ نور سے

لائبریری آف کانگریس کیٹالاگنگ ان پبلیکیشن Data Available

ISBN:0-9720654-7-4(pbk.)

سرورق لاہور

آفس: 257 ریواز گارڈن، لاہور۔ فون: 042-7213318 فیکس: 042-7213319
سیلز ڈپو: اردو بازار، لاہور فون: 042-7220879، سیلز ڈپو: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-2765086
سیلز ڈپو: اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5552929
سیلز ڈپو: نزد یونیفارم سنٹر جامع مسجد صدر، رسالہ روڈ حیدرآباد۔ فون: 0300-3012131
سیلز ڈپو: اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4781781
سیلز ڈپو: کوتوالی روڈ، نزد امین پور بازار، فیصل آباد۔ فون: 0333-4469077

نیاز جہانگیر پرنٹرز، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور نے پرنٹ کی۔ فون: 042-7314319

فہرست

وجودِ برحق و توحید

تیئسواں لفظ

باب اوّل

باب دوئم

بدیع الزمان اور رسالہ نور

اپنی زندگی بھر کی کامیابی کے کئی پہلوؤں اور اپنی شخصیت اور کردار میں بدیع الزمان (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۰ء) اپنے مسلسل اثر ونفوذ سے مسلم دنیاں میں ایک اہم مفکر اور مصنف تھے اور اب بھی ہیں۔ انہوں نے موثر ترین اور عمیق ترین طریقے سے اسلام کی عقلی' اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نمائندگی کی' جو اس کی چودہ صدیوں کی تاریخ کے دوران مختلف درجوں میں نمایاں ہے۔ وہ پچاسی برس زندہ رہے۔ انہوں نے تقریباً یہ تمام برس اسلام کے مقصد کے لئے محبت اور گرمی جوشی کے جام چھلکاتے ہوئے صحیح ادراک پر مبنی ایک پر حکمت اور جچی تلی سرگرمی سے قرآن مجید کے زیر سایہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کے تحت گزارے۔

بدیع الزمان نے اس دور میں زندگی بسر کی جب مادہ پرستی اپنے عروج پر تھی اور کئی لوگوں کو کمیونزم کا خبط تھا اور دنیا ایک بڑے بحران میں تھی۔ اس نازک عہد میں' بدیع الزمان نے لوگوں کو یقین کے مصدر کا راستہ بتھایا اور ان میں ایک اجتماعی بحالی کی مضبوط امید ذہن نشین کرائی۔ اس وقت جبکہ سائنس اور فلسفہ نوجوان نسلوں کو دہریت کی طرف گمراہ کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے اور دینی عقائد سے منحرف کرنے والے رویے ایک وسیع دلکشی رکھتے تھے' اس وقت جب یہ سب کچھ تہذیب' جدیدیت اور معاصر فکر کے نام پر کیا جاتا تھا' اور ان لوگوں کو جو اس کی مزاحمت کرنے کی کوشش کرتے تھے' ظالم ترین ایذا رسانی کا ہدف بنایا جاتا تھا' بدیع الزمان نے جدید اور روایتی اداروں میں جو تعلیم اور روحانی تربیت دی جاتی ہے' اسے ان کے ذہنوں اور روحوں میں پھونک کر پوری قوم کی مجموعی طور پر دوبارہ احیاء کے لئے جدوجہد کی۔

بدیع الزمان اس امر کا ادراک کر چکے تھے کہ جدید کفر نے سائنس اور فلسفے سے جنم لیا ہے نہ کہ جہالت سے' جیسا کہ پہلے خیال کیا جاتا تھا۔ انہوں نے لکھا کہ فطرت ربانی علامات کا مجموعہ ہے' اس لئے سائنس اور دین متضاد علوم نہیں ہیں' بلکہ وہ (ظاہر طور پر) ایک ہی صداقت کے دو مختلف پیرایہ اظہار ہیں۔ ذہنوں کو سائنسوں سے روشن کیا جانا چاہئے جبکہ دلوں کو دین سے منور کیا جانا چاہئے۔

بدیع الزمان دنیا کی مروجہ دانست میں مصنف نہیں تھے۔ انہوں نے اپنا پانچ ہزار صفحات پر مشتمل عالی شان مقالہ 'رسالہ نور' لکھا کیونکہ ان کا ایک مشن تھا:

انہوں نے سائنس اور فلسفہ کے پروردہ مادہ پرستانہ اور کافرانہ فکری رجحانات کے خلاف جدوجہد کی

اور اسلام کی صداقتوں کو فہم کی ہر سطح کے جدید ذہنوں اور روحوں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی۔ رسالہ نور' قرآن مجید کی جدید تفسیر زیادہ تر اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید' قیامت' نبوت' الہامی کتابوں خاص طور پر قرآن مجید' ہستی کی غیر مرئی سلطنتوں' الہامی منزل مقصود اور بنی نوع انسان کے آزاد ارادے' عبادات' انسانی زندگی میں انصاف اور تخلیق کے درمیان بنی نوع انسان کے مقام اور فرض پر مرکوز رکھتی ہے۔

لوگوں کے ذہنوں اور دلوں سے جمع شدہ جھوٹے اعتقادات اور نظریات کی تلچھٹ کو دور کرنے اور انہیں شعوری اور روحانی طور پر پاک کرنے کے لئے بدیع الزمان زوردار طریقے سے لکھتے ہیں اور بار بار دہراتے ہیں۔ وہ نہ تو عالمانہ طریقے سے تحریر کرتے ہیں اور نہ ناصحانہ انداز میں' بلکہ وہ اپنے خیالات اور افکار کو انڈیلنے کے لئے احساسات سے اپیل کرتے ہیں تاکہ وہ ان میں یقین اور وثوق بیدار کریں۔

کچھ مصنف کے بارے میں ......!

ایک ایسی مسلمان مملکت میں جسے صدیوں تک عالم اسلام کے خلیفۃ المسلمین کے مستقر رہنے کا شرف حاصل رہا ہو جہاں کے باشندوں کا خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت اور عظمت پر مکمل ایمان ہو جب اچانک ظلمت کے بادل چھا جائیں۔ جہاں طاقت اور اقتدار کے نشہ میں چور فسطائی حکومت تلوار کے زور پر مذہب کو اس کے نام لیواؤں کے دلوں سے کھرچ کر مٹا دینے پر کمربستہ ہو۔ جہاں دین کو فرسودہ قرار دیکر مساجد میں اذان دینے پر پابندی عائد کردی جائے۔ مسجدوں پر تالے پڑ جائیں اور مذہب کا نام لینا گردن زدنی جرم قرار پائے ایسے پرآشوب دور میں اگر کوئی دیوانۂ حق ظلمت کے اندھیاروں میں اپنے علم و عمل کے چراغ جلا کر حق کا علم سربلند کرنے کے لیئے تن تنہا باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو جائے۔ اپنی بصیرت اور بے پایاں علم کے سہارے قرآن پاک کی تفسیر اور مستند حوالہ جات سے اللہ اور اسکے دین کی عظمت کی شہادت پیش کرنے کی جرأت کرے۔ بھٹکے ہوؤں کو راہ حق کی طرف بلائے۔ ایسا شخص یقیناً مجاہد اور اس کا جہاد افضل ترین ہے۔

قید و بند اور جلاوطنی کی صعوبتیں۔ حکومتی جبر و استبداد اور پرتشدد فسطائی ہتھکنڈے۔ جان لیوا سازشوں کا جال۔ بیاباں جنگلوں اور سنگلاخ پہاڑوں میں روا رکھی جانے والی شدید ترین قید تنہائی جیسے مصائب کے انبار جس شخص کے پائے ثبات میں لغزش نہ لا سکے۔ جس نے اپنے لیے سزائے موت کا اعلان سن کر بھی ڈیتھ سکواڈ کے سامنے کھڑے ہوئے اپنے رب کے حضور سجدہ نماز کو قضا نہ ہونے دیا اس عظیم ترک مجاہد کا نام نامی ہے سعید نورسی۔ جنہیں ان کے مقلدین بدیع الزمان سعید نورسی کے خطاب سے موسوم کرتے ہیں۔

اس صاحب علم و حکمت کی نوشتہ قرآن پاک کی تفسیر ''مجموعہ رسالہ نور'' چھ ہزار صفحات پر مشتمل ایک نہایت مفصل روح پرور تصنیف ہے جس میں مصنف نے عقلی دلائل سے نہ صرف دین اسلام اور قرآن پاک پر دشمنان اسلام کی طرف سے نام نہاد سائنس اور منطق کے حوالہ سے لگائے گئے بے بنیاد الزامات کو رد کیا بلکہ ثابت کیا کہ قرآن پاک کے معجزاتی پہلوؤں کی دائمی صداقت ہماری صدی پر آج بھی غالب آتی ہے۔ اور یہ کہ دین اسلام اور سائنس کے مابین قطعاً کوئی تضاد نہیں ہے۔ مجموعہ رسالہ نور کے کروڑہا قارئین ترکی سمیت چہار دانگ عالم میں آج بھی اس عظیم دینی تصنیف سے اکتساب فیض کر کے اپنی روح کو منور کرتے ہیں۔ سعید نورسی نے ''رسالہ نور'' کے ذریعے باطل قوتوں کے خلاف دنوں یا مہینوں کی نہیں بلکہ نصف صدی سے بھی زائد عرصہ پر محیط جنگ لڑی۔ دیکھا جائے تو ان کی تمام عمر اس فریضہ حق کی ادائیگی میں صرف ہوئی۔ ان کے رب نے جہاں انہیں باطل سے ٹکرا جانے کا چٹان جیسا حوصلہ بخشا وہاں اس نے بالآخر

اپنے بندے کو کامرانی سے بھی سرفراز فرمایا۔ دورِ ابتلاء میں سعید نورسی پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ ظلمت کدہ دہر میں احیائے اسلام کے لیے ان کی مساعی کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی مگر اللہ کے اس جری مجاہد نے تمام مصائب کے باوجود باطل کے خلاف نہ صرف علمی جنگ جاری رکھی بلکہ اسی دوران اپنی خودنوشتہ قرآن پاک کی تفسیر ''مجموعہ رسالہ نور'' کو بھی مکمل کیا اور اپنے حامیوں کا اتنا وسیع حلقہ بنانے میں کامیاب ہوئے جنہوں نے باطل کے خلاف ان کی جرأت مندانہ جدوجہد میں ہراول دستہ کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے وطن کے مسلمانوں میں دین اسلام کے غلبہ کو بحال کرنے کی وہ روح پھونکی جس نے جبر واستبداد کے ایوانوں کو پاش پاش کر دیا یوں یہ کاروانِ حق بالآخر اپنے وطن میں اسلامی اقدار کی بحالی میں کامیاب ہوا۔

بدیع الزماں سعید نورسی آج سے تقریباً سوا صدی قبل 1873ء میں ترکی کے علاقہ شرقی اناطولیہ کے ایک گاؤں ''نورس'' میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے انہیں نورسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے جید علماء سے حاصل کی۔ ابتدائے عمر میں بے پناہ ذہانت اور فوراً ازبر کر لینے کی زبردست صلاحیت کے طفیل اساتذہ کے نورِ نظر ٹھہرے۔ سولہ سال کی عمر میں انہوں نے دوران مناظرہ اس وقت کے کئی جید علماء کو اپنے پر مغز دلائل سے لاجواب کر دیا۔ ان دنوں علماء کے مابین مناظروں کا سلسلہ عام تھا۔ ایسے مواقع بار بار آئے تو ترکوں نے انہیں زمانے کا اعجاز یعنی ''بدیع الزماں'' کا لقب دے دیا۔

دوران تعلیم سعید نورسی نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ آج جب ساری دنیا سائنس اور فلسفہ کی بنیادوں پر استوار نئے زمانہ میں داخل ہو رہی ہے اسلام اور قرآن کی ترویج کا روایتی درسی طریق تعلیم دشمنان اسلام کی طرف سے قرآن اور اسلام کے خلاف پھیلائے گئے شکوک وشبہات کو زائل کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہوگا۔ ان کا خیال تھا کہ جدید علوم کی درسگاہوں میں سائنس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو فروغ دیا جائے۔ بعینہٖ دینی درسگاہوں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس اور جدید علوم کی تعلیم کو بھی ترویج دیا جانا چاہیئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس طریق کار سے جدید تعلیمی درسگاہوں کے طلبہ کو لادینیت اور مذہب سے بیزاری جبکہ دینوی تعلیم پانے والے طلبہ کو کٹر پرستی جیسے مہلک رجحانات جیسی برائیوں سے بچایا جا سکے گا۔ اپنی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر انہوں نے 1896ء اور پھر دوسری مرتبہ 1907ء میں دارالحکومت استنبول کا سفر اختیار کیا اور سلطان وقت کو اناطولیہ میں ایک ایسی یونیورسٹی کے قیام کے لیے قائل کرنے کی کوشش کی جہاں جدید سائنسی علوم اور دینوی تعلیم ساتھ ساتھ دی جا سکے ان کی تجویز تو بار آور نہ ہوئی مگر شوئی قسمت۔ سلطان کے روبرو ترش لہجہ اختیار کرنے کی پاداش میں انہیں کورٹ مارشل کا سامنا کرنا پڑا۔ فوجی عدالت نے انہیں ''پاگل'' قرار دیتے ہوئے ذہنی امراض کے ہسپتال روانہ کر دیا یہ اور بات کہ ان کے معالجوں نے ان کی مکمل تشخیص کے بعد یہ رپورٹ دی: ''اگر بدیع الزماں کے دماغ میں رتی برابر بھی خلل ہے تو پھر تمام دنیا میں ایک بھی شخص ایسا نہیں جسے ہوشمند یا ذی عقل قرار دیا جا سکے۔''

پہلی رہائی

سعید نورسی کی بدقسمتی۔ ان کے اچھے عزائم اور نیک ارادوں کو ہمیشہ غلط معنی پہنائے گئے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات ہمیشہ ان کا مقدر رہے۔ 1909ء میں انہیں حکومت کے خلاف پیدا ہونے والی بے چینی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے گرفتار کر کے کورٹ مارشل میں پیش کیا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے نہ صرف حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کی بلکہ اس میں انہیں چنداں کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی۔ ان حالات میں جبکہ فوجی عدالت کی کھڑکیوں میں سے بغاوت کے جرم میں پھانسی پانے والوں کی نعشیں لانے لے جانے جیسے روح فرسا مناظر روزانہ نظر آتے۔ بدیع الزماں نے اپنے مقدمہ کا جرأت مندانہ دفاع کیا۔ جو بالآخر انکی رہائی پر منتج ہوا۔ تاہم یہ انکی پہلی رہائی ثابت ہوئی۔

سرکاری کارگزاریوں سے دلبرداشتہ سعید نورسی رہائی پانے کے بعد مشرقی اناطولیہ پہنچے اور دور دراز علاقوں کا دورہ کر کے پہلی بار لوگوں کے دلوں میں یہ احساس اجاگر کیا کہ ملک میں مطلق العنانیت کے خلاف شروع ہونے والی آزادی کی جدوجہد قطعاً خلاف اسلام نہیں ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ دین اسلام کے مقدس قوانین شخصی ملوکیت کو رد کرتے ہیں۔ جبکہ ہر قسمی جبر سے مُبّرا آزادانہ سیاسی ماحول اسلامی روح کے عین مطابق ہے۔ 1911ء میں دمشق کی مشہور ''مسجد اُمیہ'' میں ایک بڑے اجتماع سے جس میں ایک سو سے زائد مذہبی علماء بھی شامل تھے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ جلد یا بدیر جدید دنیا پر ایک صحیح اسلامی تہذیب کا غلبہ ہوگا۔

اپنے خواب کی عملی تعبیر کے لیے انہوں نے ایک بار پھر دارالحکومت کا سفر کیا اس بار انہیں مایوسی نہ ہوئی۔ سلطان نے نہ صرف شرقی اناطولیہ میں ان کی تجویز کے مطابق یونیورسٹی کے قیام کی اجازت دے دی بلکہ اس کے لیے 19 ہزار گولڈن لیرا کی خطیر گرانٹ بھی عطا کی۔ بدقسمتی سے سعید نورسی کا مخلوط طرز تعلیم کی یونیورسٹی کے قیام کا خواب یورپ میں پہلی جنگ عظیم پھوٹ پڑنے کے باعث شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

روسیوں کیلئے دہشت کی علامت

پہلی جنگ عظیم کے دوران بدیع الزمان کو علم کے ساتھ ساتھ تلوار سے جہاد کرنے کا بھی موقع ملا۔ رضا کاروں کے ایک دستہ کے کمانڈر کی حیثیت سے شرقی اناطولیہ اور کاکیشیا کے محاذوں پر انہوں نے قابل قدر جنگی جوہر دکھلائے جنہیں وزیر جنگ اور عثمانی فوجوں کے ڈپٹی کمانڈر انچیف انور پاشا سمیت بہت سے عثمانی جرنیلوں نے سراہا۔ سعید نورسی اور ان کے ساتھی ایک عرصہ تک حملہ آور امریکی اور روسی افواج کے لیے دہشت کی علامت بنے رہے۔ علم و عمل کے اس جری مجاہد نے دوران جنگ بھی عربی زبان میں قرآن پاک

کی تفسیر کا کام جاری رکھا۔ کبھی اگلے محاذ پر کبھی خندق میں حتیٰ کہ کبھی گھوڑے کی پشت پر۔ ایک دفعہ بدیع الزمان روسی فوجوں کے ساتھ ایک جھڑپ میں اسیر ہو گئے۔ انہیں اور ان کے دیگر نوے 90 ساتھیوں کو مغربی روس کے جنگی قیدیوں کے ایک کیمپ کوسٹروما میں دو سال تک مقید رکھا گیا۔ یہیں پر انہیں کا کیشائی محاذ پر متعین روسی کمانڈر جنرل نکولانکولا وتیج جوزار روس کا قریبی رشتہ دار تھا کے جنگی قیدیوں کے کیمپ کے دورہ کے دوران شایان شان تکریم پیش نہ کرنے کے جرم میں سزائے موت سنائی گئی۔ ہوا یوں کہ یہی جرنیل ایک دن کیمپ کا معائنہ کرنے آیا۔ جب وہ بدیع الزمان کے سامنے سے گزرا تو بدیع الزمان اسکی تکریم کو کھڑے نہ ہوئے۔ استفسار پر بدیع الزمان نے ان الفاظ میں اپنی وکالت کی:

> ''میں ایک مسلمان عالم دین ہوں میرے دل میں ایمان کا نور ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ دل میں ایمان کی دولت رکھنے والا شخص بہر حال کسی بھی لادین پر فضیلت رکھتا ہے۔ ایسے شخص کو تکریم پیش کرنے کی اجازت میرا دین مجھے نہیں دیتا اور میں ایسا کوئی عمل نہیں کروں گا جو میرے دین اور ایمان کے خلاف ہو''۔

سعید نورسی کا کورٹ مارشل کر کے انہیں سزائے موت سنادی گئی۔ سزائے موت پر عمل درآمد ہونے کو تھا کہ بدیع الزمان نے وقت نماز دیکھتے ہوئے اپنا آخری فرض یعنی ادائیگی نماز کیلئے مہلت طلب کی۔ روسی جرنیل جوڈیتھ سکواڈ کے سامنے بدیع الزماں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا احساس ندامت کے ساتھ بدیع الزماں کے پاس پہنچا اور اعلان کیا کہ ایسے (راسخ العقیدہ) شخص نے جو کچھ کیا وہ واقعی اس کے عقیدہ اور ایمان کے عین مطابق تھا۔ یوں سزائے موت کا حکم واپس لے لیا گیا اور روسی جرنیل نے دشمن اسلام ہونے کے باوجود بدیع الزماں سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔ مگر افسوس اس کے برعکس اپنے وطن میں انہیں اپنے ہموطنوں سے ایسی کسی عزت افزائی کی بجائے ہمیشہ قید و بند اور مصائب کا سامنا رہا۔

انگریزوں سے ٹکر

روس میں 1917ء میں کمیونسٹ انقلاب سے پیدا ہونے والی افراتفری کے دوران بدیع الزماں کو فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ ایک طویل سفر کے بعد وہ 1918ء میں واپس استنبول پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ جہاں انہیں فوجی اعزازی تمغہ سمیت ایک اعلیٰ حکومتی عہدہ کی پیشکش کی گئی۔ اور انکی رضامندی سے قبل ہی انہیں دارالحکمت اسلامیہ کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔ سعید نورسی نے البتہ اس پر اپنے اعتراض کا اظہار نہ کیا کیونکہ یہ ایک خالصتاً سائنسی اور علمی منصب تھا۔ تاہم یہ سلسلہ بھی زیادہ دیر نہ چل سکا۔ جنگ عظیم کے

خاتمے پر فاتح اتحادی فوجوں نے اپنے مفتوح دشمنوں سے جو معاندانہ سلوک کیا اس سے ترکی بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ انگریز فاتحین نے ترکی کو مطیع بنانے کی روایتی استعماری روش اختیار کی تو سعید نورسی ان کے خلاف صحافتی میدان میں سینہ سپر ہو گئے اور انگریزوں سے کھلم کھلا اپنی بھرپور نفرت کا اظہار کیا اخبارات میں شائع ہونے والے اپنے مضامین میں سعید نورسی انگریزوں کو ہمیشہ کتے سے تشبیہ دیتے ہوئے ''بے شرم انگریزی کتوں کے منہ پر تھوک دو'' جیسے رقیق جملے کسنے سے باز نہ آتے۔ نتیجتاً انہیں انگریزی عتاب کا نشانہ بننا پڑا۔ تاہم یہ خدائے لم یزل پر ان کے پختہ ایمان کی کرامت تھی کہ وہ اپنے خلاف ہونے والی ہر سازش سے صاف بچ نکلتے رہے۔ 1922ء میں حکومت کی طرف سے بار بار کی گئی درخواست پر سعید نورسی انقرہ پہنچے جہاں گرینڈ نیشنل اسمبلی میں ایک شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا گیا۔ تاہم سعید نورسی جن توقعات کے ساتھ دارالحکومت پہنچے تھے وہاں اس کا عشرِ عشیر نہ پا کر انہیں خاصی مایوسی ہوئی۔ انہیں یہ دیکھ کر دکھ پہنچا کہ عوامی نمائندگان کی اکثریت اپنے دینی فرائض تک سے یکسر غافل تھی۔ اگرچہ انہوں نے ارکان اسمبلی میں سختی سے مذہبی احساس بیدار کرنے کی کوشش کی جس کے سبب 50 سے 60 ارکان و بیوروکریٹ اپنے دینی فرائض نمازوں کی ادائیگی کی طرف بھی رجوع کرنے لگے۔ مگر بدیع الزماں نے صرف آٹھ ماہ بعد دارالحکومت کو خیر باد کہہ دیا اور ''وان'' چلے گئے جہاں انہوں نے دو سال کا طویل عرصہ گوشہ نشینی میں گزارا اور اس دوران مراقبہ اور عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ انہی دنوں وہ المیہ جسے ''مشرق کی بغاوت'' کا نام دیا گیا وقوع پذیر ہوا۔ باغیوں نے عوام کے دلوں میں سعید نورسی کی قدر و منزلت کو بھانپتے ہوئے بغاوت میں حکومت وقت کے خلاف ان کے تعاون کے لئے درخواست کی جسے انہوں نے مسترد کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ''تلوار کو دشمنوں کے خلاف استعمال ہونا چاہیئے نہ کہ آپس میں'' انہوں نے باغیوں کو خبردار کیا کہ اس سعیِ لا حاصل کو ترک کر دو جس میں کامیابی کا امکان نہایت قلیل ہے۔ جبکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ چند مجرموں کی حمایت میں ہزاروں بے گناہ شہری اپنے جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔'' بدقسمتی سے حکومت نے ہونے والی اس بغاوت کو پھیلانے کا الزام بھی سعید نورسی پر عائد کر دیا جس کے نتیجے میں انہیں غربی اناطولیہ جلاوطن کر دیا گیا جہاں سخت نگرانی میں ان پر ظلم و استبداد کے پہاڑ توڑے گئے۔ ظلم و ستم کے تمام سرکاری حربوں کے باوجود اللہ کے اس مجاہد نے اپنے آس پاس موجود افراد میں نہ صرف دین حق کی ترویج و تبلیغ کا سلسلہ قائم رکھا بلکہ نہایت رازداری کے ساتھ اپنی نوشتہ تحریروں کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے کی جدوجہد بھی جاری رکھی۔ حکومت کو پتہ چلا تو ایک بار پھر ایک زبردست سازش کے تحت انہیں ''بارلہ'' جلاوطن کر دیا گیا وسطی اناطولیہ کے بلند و بالا پہاڑوں کے بیچوں بیچ واقع اس ویران و بیابان مقام کے گرداگرد سینکڑوں میل تک کسی انسانی آبادی کسی ذی روح کا وجود تک نہ تھا۔ ان کے دشمنوں کا خیال تھا کہ سعید نورسی اس بار شدید بے بسی اور جان لیوا قید تنہائی کے ہاتھوں ضرور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

رسالہ نور کا ظہور

دیکھا جائے تو اللہ اور اس کے دین کی تبلیغ کرنا اتنا بڑا جرم نہیں کہ تبلیغ کرنے والے شخص کی جان لے لینے جیسی مکروہ سازشیں تیار کی جائیں۔ مگر جن دنوں بدیع الزماں سعید نورسی نے اپنے وطن میں اللہ کے دین کی احیاء کا کام سنبھالا ان ایام میں ترکی میں مذہب پر سرکاری طور پر پابندی عائد تھی۔ دین کا نام لینا نا قابل معافی جرم تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب ملک پر ظلم واستبداد اور جور و جبر کی حامل مطلق العنان شخصی حکومت کا دور دورہ تھا۔ ملک بھر میں اذان دینے پر پابندی عائد تھی۔ مساجد کے دروازوں پر تالے ڈال دیئے گئے تھے۔ ان میں سے بعض مساجد غیر مذہبی مقاصد کیلئے استعمال ہو رہی تھیں۔ ہر وہ سلسلہ جو لوگوں کو ان کے شاندار اسلامی ماضی سے ملاتا تھا۔ بزور شمشیر ختم کیا جا رہا تھا۔ زبان پر مذہب کا نام لانا جرم قرار دے دیا گیا تھا۔ اخبارات کو سرکاری ہدایات تھیں کہ ایسا کوئی مواد شائع نہ کیا جائے جو لوگوں بالخصوص نوجوانوں کے ذہنوں میں مذہبی تصورات کو اجاگر کرتا ہو۔ یہ وہ حالات تھے جن میں باطل کے خلاف سعید نورسی اکیلے نبرد آزما تھے۔ انہی حالات نے جنہیں وہ خود از راہ تفنن اپنا دوسرا جنم کہتے تھے بقول خود انکے ایک نئے ''سعید'' کو پیدا کیا جس نے اپنی آئندہ زندگی دین اسلام کی صداقت پر تحقیق و تبلیغ اور احیائے دین کے لیے وقف کر دی۔ وہ کہا کرتے تھے ''میں دنیا پر ثابت کر دونگا کہ قرآن وہ روحانی آفتاب ہے جو نہ کبھی غروب ہوگا اور نہ جس کی روشنی کبھی ختم ہو سکے گی''۔ اور سعید نورسی نے واقعی ایسا ثابت کر دکھایا۔ بارلہ کی قید تنہائی تو ان کی جان نہ لے سکی۔ البتہ یہاں سے اس نئے ''سعید نورسی'' کا ظہور ضرور ہوا۔ اور ان کے ساتھ ہی سائنس اور کلچر کی دنیا پر چمکتا ہوا وہ آفتاب بھی جو آج تک لاکھوں کروڑوں ذہنوں میں جگمگا رہا ہے۔ بارلہ میں ایک اکیلی جان پر ستم روائی کی حدیں پھلانگنے والے ان کے دشمن اس شخص کے پہاڑ جیسے حوصلے کو ابھی تک نہیں سمجھ پائے تھے جو پہلی جنگ عظیم میں حملہ آور روسیوں کے لیے مشکل شخص ثابت ہوا۔ جس نے استنبول میں فاتح انگریزوں کے منہ پر تھوکا وہ جو متعدد بار تختہ دار سے زندہ واپس چل کر آیا۔ حتیٰ کہ انہیں تسلیم کر لینا پڑا کہ گذشتہ صدی کے ان کے ظلم و تشدد کے تمام حربے سعید نورسی کے پائے استقلال میں رتی برابر لغزش لانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ شائد ایسے کردار کے غازی کے لیے علامہ اقبال نے کہا تھا ''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی''

بارلہ میں ساڑھے آٹھ سال پر محیط پاگل کر دینے والی قید تنہائی کے دوران سعید نورسی نے ''مجموعہ رسالہ نور'' کا تقریباً تین چوتھائی مکمل کر لیا۔ یہ تمام نسخے قلمی تھے کیونکہ مصنف اور ان سے درس لینے والے پیروکار ان مسودات کی طباعت کی مالی استطاعت سے محروم تھے۔ ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی شاید حکومتی پابندیوں کے باعث ان نسخوں کی طباعت کسی طور ممکن نہ ہوتی۔ مسودوں کی اتنی بڑی تعداد میں قلمی کتابت

بجائے خود آسان مرحلہ نہ تھی ۔ بہت سے کاتبین کو سعید نورسی سے تعلق رکھنے اور انکے مقالات کی کتابت کرنے کے جرم میں عقوبت خانوں میں شدید جسمانی تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔

چھ لاکھ قلمی نسخے

قارئین کے لیے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہ ہوگا کہ ایسے حالات میں مذہبی مضامین لکھنا اور ان کی نشر و اشاعت کرنا انتہائی جرأت اور حوصلہ کا کام تھا جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ مگر سعید نورسی اور ان کے شاگردوں نے چھ لاکھ کی کثیر تعداد میں نسخوں کی قلمی کتابت کر کے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ واقعی قابل قدر ہے۔ ان کٹھن حالات میں رسالہ نور کی کتابت اور پھر اناطولیہ کے لاکھوں مسلمانوں میں نہایت رازداری کے ساتھ اِس کی ترسیل واقعی جان جوکھوں کا کام تھا۔ مشہور امریکی مصنفہ آنسہ مریم جمیلہ کے الفاظ میں ''یہ کہنا قطعاً مبالغہ آمیزی نہیں ہوگا کہ ترکی میں آج جتنا دین اسلام نظر آتا ہے وہ تمام بدیع الزماں نورسی کی انتھک مساعی کا مرہون منت ہے۔'' یقیناً یہ ایک بڑا کام تھا جو جرأت اور ناقابل تسخیر حوصلہ کے پیکر سعید نورسی کے علم و عمل اور افکار کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ اس نڈر سپہ سالار کی طرح جس کی دوران جنگ شجاعت اور جوانمردی کا مظاہرہ اسکی فوجوں کے لیے اکثر مہمیز ثابت ہوتا ہے۔ سعید نورسی کی جرأت اور جوانمردی نے ان کے ہموطنوں میں حکومتی خوف کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے حواریوں اور حامیوں کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ جس نے بالآخر لادینیت کا پرچار کرنے والوں کے خواب چکنا چور کر دیئے۔ تاہم اس منزل تک پہنچنے کے لیے سعید نورسی اور ان کے ساتھیوں کو مظالم کے کئی قلزم پار کرنا پڑے۔

1935ء میں سعید نورسی کو ان کے 125 شاگردوں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ اسکشیر کے عقوبت خانہ میں جہاں دوران سماعت مقدمہ میں وہ گیارہ ماہ تک مقید رہے ان پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔ آئندہ موسم بہار میں انہیں رہائی تو مل گئی مگر یہ عارضی ثابت ہوئی۔ انہیں رہائی کے فوراً بعد گرفتار کر کے ایک دوسرے شہر کاستامونو میں جلاوطن کر دیا گیا۔

بدیع الزماں سعید نورسی نے کاستامونو میں نظر بندی کے سات سال گذارے۔ اسی دوران بھی انہوں نے رسالہ نور کی تصنیف اور خفیہ نشر و اشاعت پر کام جاری رکھا۔ شدید پابندیوں کے باعث انہیں رسالہ نور کی اشاعت اور ترسیل کے لیے ڈاک کا اپنا رضاکارانہ نظام قائم کرنا پڑا۔ جس کی بدولت اس عرصہ کے دوران رسالہ نور کے چھ لاکھ قلمی نسخے ہاتھ سے کتابت کر کے اناطولیہ کے مسلمانوں میں ترسیل کیے گئے۔

1943 میں انہیں اپنے 126 شاگردوں کے ہمراہ دوبارہ گرفتار کرلیا گیا۔اس مرتبہ انہیں ڈینیز لی کے جرائم کی عدالت کے روبرو پیش ہونا پڑا۔ان پر الزام تھا کہ انہوں نے استنبول میں خفیہ طور پر ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں خدا کی موجودگی کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔جلاوطنی کی طرح جیل میں بھی ان کی جدوجہد میں کوئی کمی نہیں آئی۔سعید نورسی اب جیل میں مقید معاشرے کے دھتکارے ہوئے مجرموں کو سدھارنے میں جت گئے۔ساتھ ہی انہوں نے اپنے لکھنے لکھانے کا کام بھی جاری رکھا۔چونکہ جیل میں کاغذ اور قلم رکھنے کی اجازت نہ تھی انہیں کاغذی لفافوں پر اپنے مضامین تحریر کرنا پڑتے جنہیں ماچس کی ڈبی میں بند کر جیل کے باہر سمگل کر دیا جاتا تھا۔ان کا مضمون ''ایمان کا صلہ'' اسی دوران اسی طریق کار کے مطابق لکھا اور شائع کیا گیا۔سعید نورسی اس مقدمہ میں بھی بالاخر بری ہو گئے مگر سرکاری معمول کے مطابق پھر گرفتار کر کے انہیں امرداگ نامی شہر بھیج دیا گیا۔

طویل انتظار اور رہائی

سعید نورسی کیلئے امرداگ کی جلاوطنی بھی اسی طرح تھی جس طرح کے قید و بند سے انہیں عمر بھر واسطہ رہا۔وہی کڑی نگرانی، وہی جبر و تشدد، وہی سازشیں، دوسری طرف ناتواں مگر عزم راسخ رکھنے والا اللہ کا سپاہی جس کا دل اللہ کے دین کی خدمت کے جذبہ سے سرشار تھا ایک بار پھر انہیں اپنے 53 ساتھیوں سمیت عفیان کے مجرموں کی عدالت میں پیش کیا گیا۔عفیان میں اسیری کے 20 ماہ کے دوران ان پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے گئے کہ انہیں اس سے قبل پیش آنے والے تمام مصائب ہیچ لگنے لگے۔سعید نورسی کی عمر اس وقت 75 سال تھی اور وہ اس وقت بہت سی بیماریوں کا بھی شکار تھے۔پھر بھی انہیں قید تنہائی کے ایک مختصر ڈربے نما عقوبت خانے میں ڈال دیا گیا جہاں انہوں نے بغیر شیشوں کی ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں کے ساتھ کڑکڑاتی سردی کے دو شدید ترین موسم سرما گزارے۔انکے دشمنوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا اسی عقوبت خانے میں انہیں زہر ملا کھانا بھی کھلا دیا گیا۔وہ بچ تو گئے مگر زہر خورانی کے باعث ان کی حالت بہت بگڑ گئی۔صورت حال کی اطلاع پا کر ان کے حواری ان کے مدد کو آئے تو انہیں گرفتار کر کے پاؤں کے تلوؤں پر بید مارنے جیسے شدید ترین تشدد سے دوچار کیا گیا۔تا آنکہ سپریم کورٹ نے سعید نورسی اور ان کے حواریوں کو دی جانے والی سزاؤں پر عمل درآمد منسوخ کر دیا۔تاہم عدالت نے یہ فیصلہ کرنے میں بہت زیادہ وقت لیا کہ انہیں دی جانے والی سزاؤں کو کالعدم قرار دیا جائے یا نہیں۔اسی طرح سعید نورسی اپنے ہمرائیوں سمیت سزاؤں کی منسوخی کے باوجود طویل عرصہ تک زنداں میں محبوس رہے۔حتیٰ کہ 1956ء میں سپریم کورٹ نے بالاخر فیصلہ سنا دیا کہ ''ناقابل برداشت حالات میں قید و بند کی سزائیں کاٹنے والے یہ مجرم درحقیقت بے گناہ تھے۔انہیں رہا کر دیا جائے۔''

1950ء میں ترکی میں ہونے والے پہلے شفاف اور آزادانہ انتخابات جس کے نتیجے میں مذہب کے خلاف شدید بغض رکھنے والی ری پبلکن پیپلز پارٹی کی مطلق العنان اور استبدادانہ حکومت کا خاتمہ ہوا اور ملک میں کثیر الجماعتی نظام کا اجراء ہوا۔ عوام کے بنیادی حقوق کو بحال کر دیا گیا اس طرح سعید نورسی اور انکی جمعیت کی قربانیوں سے بھرپور طویل ترین مساعی کے نتیجے میں ترکی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس میں اذان پر عائد پابندی ختم کر دی گئی۔ اس وقت بدیع الزمان سعید نورسی پر صرف ایک مقدمہ باقی تھا۔ تاہم انہیں گرفتار نہ کیا گیا اور بالاخر ایک متفقہ فیصلہ کے تحت انہیں اس مقدمہ سے بری کر دیا گیا۔

بالاخر 23 مارچ 1960 کے روز تقریباً ایک صدی پر محیط اپنی فانی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ اور اسکے دین کی صداقت کا علم بلند رکھنے اور قرآن پاک کے مدلل حقائق سے لوگوں کے دلوں میں انمٹ مہریں لگانے والا یہ مجاہد نہایت وقار اور احتشام کے ساتھ باطل پر حق کی فتح کا پُرمسرت احساس لیئے اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

اپنی طویل ترین جدوجہد کے دوران سعید نورسی نے اپنے علم اور بصیرت کے زور پر "رسالہ نور" کی صورت میں قرآن پاک کی جو مفصل تفسیر مرتب کی اس کے نور سے آنے والی صدیاں ہمیشہ جگمگاتی رہیں گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

- ''اس کے پاک نام سے کہ جس کے لئے تمام تعریفیں ہیں''۔
- ''نہیں ہے دنیا میں کوئی چیز۔مگر جو اس کی حمد و ثناء نہ کرتی ہو''۔
- ''شروع اللہ کے پاک نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے''

وجود برحق و توحید

''نہیں کوئی معبود ماسوائے اللہ کے۔ وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی ثانی نہیں (زمین اور آسمانوں میں) جو کچھ بھی ہے سب اُسی کی بادشاہی ہے اور تمام تعریفیں اور حمد و ثناء صرف اُسی کے لئے ہیں۔ صرف وہی ہے جو زندگی اور موت پر قادر ہے۔ وہ ہمیشہ سے قائم ہے اور جسے کوئی موت نہیں۔ اُسی کے ہاتھ میں تمام اچھائیاں ہیں وہ ہر شے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ اور سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

دن کی پہلی نماز سے لے کر اُس روز کی آخری نماز تک بار بار تلاوت کی جانے والی ان قرآنی آیات میں اللہ جل شانہٗ کی توحید کا اقرار کیا جاتا ہے ان کا ہر جزو فی الحقیقت اللہ کے عظیم نام کی کبریائی بیان کرتا ہے اور بنی نوع انسان کے لئے ایک الگ انداز میں اللہ کی وحدانیت کا اعلان ہے یہ ایسے ہے جیسے اللہ جل شانہٗ کے عظیم ناموں میں سے ہر نام اُس کی کامل وحدانیت اور یکتائی کا مظہر کامل ہے۔ قاری پر اس عظیم حقیقت کو واضح کرنے کے لئے میں اپنے بیان کو دو منازل میں پیش کرتا ہوں۔ [1]

''تعارف''

اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا مخلوق کا سب سے ارفع مقصد جبکہ اُس ذات باری تعالیٰ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم رکھنا انسانیت کا اعلیٰ ترین مقصد ہے۔ جنوں اور انسانوں کے لئے حقیقی خوشی، اللہ کی محبت اور عرفان الٰہی میں مضمر ہے انسان کی سچی روحانی خوشی اور قلب انسانی کی تابندگی اللہ جل شانہٗ کی محبت میں پنہاں ہے تمام سچی خوشیاں اور حقیقی مسرت اللہ جل شانہٗ کی محبت بھری عنایتیں اللہ کی محبت اور معرفت باری تعالیٰ کے طفیل ہیں وہ جو صحیح علم رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں وہی لافانی خوشی بے پایاں عنایت، ہدایت ربانی اور اس سے وابستہ اسرار و رموز کا بھید پا سکتے ہیں اور وہ جو ایسا نہیں کرتے، روحانی و جسمانی آزار، رنج و الم اور خوف میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر

[1] ''حروف'' از سعید نورسی، دو جلدیں (مطبوعہ ترکی، دی لائٹ ان کارپوریشن، 2002

کسی شخص کو اس دنیا کی حکومت پر فائز کر دیا جائے باوجود اس کے وہ خود کمزور، بے بس اور دوسرے بے مقصد لوگوں کے درمیان غیر محفوظ ہے اس کی بادشاہی اور حکومت کی حیثیت کیا ہوگی؟

جو لوگ اپنے آقا کی پہچان نہیں کرتے اور اپنے مالک کو نہیں پا لیتے وہ ہی پریشان حال اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں مگر وہ جو اس حقیقت کو پا کر اس کی رحمتوں کے سائے میں پناہ لیتے ہوئے اُس کی قدرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے مصائب و آلام سے بھری یہ دنیا بھی آرام و سکون کے مسکن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جہاں ٹھہر کر وہ آخرت کے لئے زادِ راہ کا بندوبست کرتے ہیں۔

پہلی منزل:

''اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا'' یہ جز و یقین رکھنے والوں کے لئے بہترین خوشخبری ہے ان کا ہر پیغام ایک اصلاح مہیا کرتا ہے اور ہر اصلاح روحانی بصیرت بہم پہنچاتی ہے۔

جزو اوّل:

''نہیں کوئی معبود ماسوائے اللہ کے'' یہ آیت لاتعداد ضروریات اور ان گنت آلام کی شکار انسانی روح کو رحمت کے خزانوں کے دروازے جہاں سے اُس کی ضرورت پوری ہونے کا سامان ہو سکتا ہے دکھا کر کبھی نہ ختم ہونے والی تقویت کا وسیلہ بن جاتی ہے انسانی روح اپنے من میں اُس حقیقی مددگار کا سراغ پا لیتی ہے جسے وہ اپنا آقا، اپنا مالک، اپنا خالق اور حقیقی معبود گردانتی ہے وہ جو اُسے اُس کے دشمنوں کے برے ارادوں سے بچاتا ہے یہ قرآنی آیت قلب و روح کو قنوطیت اور یاس سے بچاتی ہے۔

جزو دوئم:

قرآنی آیت ''(وہ) اکیلا ہے'' ظاہر کرتی ہے کہ بنی نوع انسان جو کائنات کی تمام انواع میں سب سے زیادہ مصیبت زدہ اور پریشان ہے بالآخر اللہ تعالیٰ کی ذات میں پناہ ڈھونڈتا ہے اور اُسے ہی محافظ گردانتا ہے یہ اللہ ہی ہے جو اُسے آلام زمانہ سے بچا سکتا ہے۔ یہ آیت بنی نوع انسان کو یہ بھی بتاتی ہے کہ اللہ ایک ہے اس لئے بحیثیت انسان تم اپنی ذات کو دوسری چیزوں سے وابستہ نہ کرو، اپنے آپ کو مت گراؤ اور (اللہ کے سوا) کسی کے ممنون احسان نہ ہو۔ نہ ہی اپنے بچاؤ کے لئے خود کو اُن کے سامنے ذلیل کرو۔ اُن کی پیروی کر کے اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو، اُن سے خوف نہ کھاؤ کیونکہ اُس خالق کائنات کے ہاتھ میں دنیا کی ہر شے کی کنجی ہے ہر شے اُس کے فرمان کے تابع ہے اُس کو پا لینے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری مرادیں بر آئیں اور تمہیں ہر خوف ہر احسان مندی سے چھٹکارا مل گیا۔

جزوسوئم:

آیت ''**اُس کا کوئی شریک نہیں**'' کے معانی ہیں اللہ ایک ہے اور اس کی بادشاہی، اُس کے اقتدار، اُس کے افعال اور اُس کے عملِ تخلیق میں اُس کا کوئی شریک کوئی ثانی نہیں، دنیاوی رواج کے مطابق کسی دنیاوی بادشاہ کا اس کی سلطنت میں گرچہ کوئی شریک نہیں ہوتا پھر بھی کسی نہ کسی طور اُس کے امراء، وزراء، اُس کی سلطنت میں اُس کے احکامات کی بجا آوری کے حوالے سے اُس کے شریک کار گردانے جاسکتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ اور اُس کی رعایا کے مابین واسطے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ جو دائم شہنشاہ ہے اپنے اقتدار میں ایسے کسی شریک کی ضرورت سے مبرّا ہے ایک شے کسی دوسری کے ساتھ اُس وقت مداخلت کرتی ہے اگر اُس میں اُس جَل شانہٗ کی مرضی شامل ہو مزید برآں اُس کی یکتائی اُس کے اور اُس کی رعایا کے درمیان کسی واسطے کے تصور کو مسترد کرتی ہے گویا ہر کوئی کسی وقت اور جگہ کے تعین کے بغیر اُس ربّ العالمین کے ساتھ براہِ راست رابطے میں ہے یہ آیت انسانی روح کو بتاتی ہے کہ کوئی شے کسی صاحب ایمان کو اُس جبّارُ ،المُتَکَبّر اور مالِكُ المُلك، جس کے خزانے رحمتوں سے مالا مال ہیں، کے حضور اپنی حاضری اور اپنی التجا پیش کرنے سے نہیں روک سکتی۔ اُس کی رحمت تلاش کرنا اور اُس کی قدرت پر یقین رکھنا اہل ایمان کو مکمل آسانی اور مسرت حاصل کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

جزو چہارم:

آیت ''**اُسی کی بادشاہی اور شہنشاہیت ہے**'' کے معنی ہیں وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ تمہارا بھی اور اس کی بادشاہی میں سرزد ہونے والے تمہارے اعمال کا بھی۔ یہ آیت بتاتی ہے، مت سمجھو تم اپنی زندگی کے آپ مالک ہو اس لئے کہ تم تو اپنے مسائل کو سلجھانے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ تم اپنے جسم اور روح کی ضروریات کو پورا کرنے اور اُنہیں مصائب سے بچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ تم پیرانہ سالی سے بھی بچاؤ نہیں کر سکتے اس لئے کہ تم گزرتے ہوئے زمانے اور فرسودگی کے عمل کے تابع ہو۔ اس لئے تمہیں اس تمام کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ کوئی اور جو سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ رحم والا ہے ان تمام چیزوں کا مالک ہے اُس کی قدرت پر یقین رکھو۔ اور اُس کے رحم کو الزام نہ دو۔ اپنی فکر اور پریشانی کو پرے پھینک دو اور سکون پاؤ۔ یہ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ یہ دنیا جسے تم اتنا چاہتے اور اس سے اس قدر وابستہ ہو کہ جس کی بے ترتیبی کو راست پر لانے کے لئے ہمہ وقت پریشان رہتے ہو تمہاری نہیں بلکہ کسی اور سب سے طاقتور اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے کی ملکیت ہے پس اسے اس کو سونپ دو صرف اپنے فرائض کی بجا آوری کرو اور اُس کے کاموں میں مداخلت مت کرو۔ اُس کے لئے مت پریشان ہو جس پر تم غلبہ نہیں پا سکتے۔ پس

خاموش رہو اس لئے کہ اس کا مالک جس طرح چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق اس کا نظام چلاتا ہے وہ جو صاحب حکمت اور نہایت رحم والا ہے اس نظام کو نہایت دانائی سے چلاتا ہے پس جب بھی تمہیں پریشانی کا سامنا ہو ویسے کہو جیسے ابراہیم حقی کہتا ہے "وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا"۔ اس لئے کہ ہمارے لئے وہ جو کچھ بھی کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ تم صرف مکمل یقین کے ساتھ اُس کے افعال کو دیکھتے جاؤ۔

جزو پنجم:

آیت "**تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں**" کے معانی ہیں کہ صرف اللہ ہی ہر تعریف اور تمام حمد و ثناء کے لائق ہے اور یہ کہ ہر کوئی صرف اس کا احسان مند ہے۔ اُس کی سخاوت اور فیاضی جاری و ساری ہے کہ جس کا سلسلہ اُس کے کبھی نہ ختم ہونے والی رحمتوں کے خزانوں سے جڑا ہے۔

یہ آیت بیان کرتی ہے کہ اُس کی عنایات (کہ جن کا تم لطف اُٹھاتے ہو) کبھی ختم نہ ہوں گی اس لئے کہ اُس کی رحمتوں کے خزانے وسیع ہیں تمہاری مسرتیں کبھی کم نہ ہوں گی کہ تمہیں عطا کی جانے والی ہر مسرت اُس کی کبھی نہ ختم ہونے والی رحمت کا نتیجہ ہے اور اُس کی رحمت کا درخت کبھی نہیں مرجھا سکتا۔ مزید براں اس کا شکر اور اُس کی حمد و ثناء کہ جو تم اُس کی عطا کردہ مسرتوں کے عوض کرتے ہو اُس کی رحمت کو سینکڑوں گنا بڑھا دیتے ہیں وہ یوں کہ اُس کی عطا کی گئی ہر مسرت اُس جل شانہٗ کی طرف سے عطا ہونے کے احساس کے باعث سو گنا زیادہ پُرمسرت محسوس ہوتی ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسے کوئی شان و شوکت والا بادشاہ تمہیں اپنے ہاتھ سے ایک سیب دیتا ہے اس صورت حال میں اس شاہانہ عنایت کو پانے کا تمہارا احساس اُس شے کے حقیقی وجود سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں گنا زیادہ محسوس ہوگا۔

بعینہٖ یہ آیت انسان کو اس روحانی لُطف و انبساط کا ہزار گنا زیادہ احساس دلاتی ہے کہ اور تمہیں اُس کی رحمتیں یاد دلاتی ہے جسے یاد کر کے تم اُس رحمٰن الرحیم کو اُس کی رحمتوں کے حوالے سے پہچانتے ہو جو اس کی طرف سے تم پر جاری و ساری ہیں۔

جزو ششم:

آیت "**صرف وہی زندگی دیتا ہے**" بتاتی ہے اللہ ہی ہے جو زندگی دیتا ہے وہ ہی نگہبان ہے کہ وہی اس زندگی کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے یہ آیت خبردار کرتی ہے کہ زندگی کی بہت ساری ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے پریشان مت ہو اور نہ ہی خود کو زیادہ مشکل میں ڈالو کہ یہ دنیا فانی ہے اور یہ کہ زندگی کے دنیاوی ثمرات تمہیں پریشان نہ کر دیں کہ تم اس دنیا میں آئے تھے۔ "تمہارے جسمانی وجود" میں "زندگی کا میکا بزم" درحقیقت اُس حیّ القیوم کی ملکیت ہے جو زندگی کی تمام ضروریات کو خود پورا کرتا ہے۔ زندگی کے اس جہاز پر تمہاری حیثیت ایک پتوار تھامنے والے جیسی ہے پس تم اپنا فرض ایمانداری سے سرانجام دیتے رہو۔ اپنا معاوضہ وصول کرو اور حاصل ہونے والی مسرت

پر قناعت کرو۔ اپنی زندگی کے جہاز کی قیمت کا اندازہ لگاتے ہوئے اُس سے وابستہ مفادات اور اُس رحمٰن الرحیم کی عنایات پر غور کرو۔ خوش رہو اور اپنے فرائض کی صحیح طریقہ میں بجا آوری پر شکر ادا کرو کہ جس کے سبب نہ صرف تمہاری زندگی کے نامہ اعمال میں بہتری لکھی جائے گی بلکہ یہ اعمال تمہارے لئے آخرت میں پرمسرت دائمی زندگی کا جواز بھی بنیں گے۔

جزو ہفتم:

آیت ''**وہی ہے جو موت دیتا ہے**'' بتاتی ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) موت کی صورت میں تمہیں زندگی کے فرائض سے سبکدوش کرتا ہے تمہاری اقامت گاہ کو اس عارضی دنیا سے تبدیل کر کے اُس دائمی جہان میں منتقل کر دیتا ہے اور تمہیں، تفویض کردہ فرائض کے بوجھ سے آزاد کر دیتا ہے۔

یہ آیت اہل ایمان کو خوشخبری سناتی ہے کہ موت درحقیقت کسی بربادی یا فنا کا نام نہیں، نہ ہی یہ کسی دائمی جدائی کا نام ہے بلکہ یہ اُس دانائے کل اور اُس نہایت رحم والے رب ذوالجلال کی طرف سے تمہیں تمہارے فرائض سے سبکدوش کرنے اور تمہاری اقامت گاہ تبدیل کرتے ہوئے تمہیں تمہارے اصل گھر کہ جہاں ابدی مسرت تمہارا انتظار کر رہی ہے منتقل کرنے کا نام ہے موت تو ملاپ کا دروازہ ہے اس ہیچ کی دنیا کے بعد کہ جہاں تمہارے اپنے ننانوے فیصد دوستوں سے ملاقات ہوگی۔

جزو ہشتم:

آیت ''**وہ زندہ ہے اور اُسے موت نہیں آئے گی**'' بیان کرتی ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا حقیقی معبود، وہ جس کے حسن و جمال جس کی کاملیت اور عطاء کا کوئی ثانی نہیں وہ جو مخلوقات کے مابین اُلفت پیدا کرنے والا ہے۔ حیّ اور قیوم یعنی ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا خدا ہے۔ وہ تمام نقائص سے پاک ذات ہے وہ جو دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرنے کے لائق ہے وہ جس میں محبوبیت کی مقابلہ میں تمام دنیاوی محبوب ہیچ اور کم ترین ہیں وہ جسے محبوب ہو جائے وہ تمام دنیاوی محبوب بھلا دیتا ہے۔

یہ آیت ہر صاحب عقل کو آگاہ کرتی ہے خواہ اس کے چاہنے والے انسان ہوں یا وہ لوگ کہ جن کی موت کی صورت اسے اپنے پیاروں سے بچھڑنے کی پریشانی سے دوچار ہونا پڑے۔ اللہ جل شانہ انسان کو اس کے دل میں اس کے پیاروں کی جدائی کے گھاؤ جلد بھر دے گا کیونکہ اللہ قائم و دائم ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے پیچھے رہ جانے والوں کا غم نہ پریشان کرے۔ انسان اپنے پیاروں کو اُن کی اچھائیوں، حسن و جمال، متانت وقار اور خوبیوں کے طفیل چاہتا ہے۔ مگر اپنے پیاروں کی یہ خصوصیات اس حقیقی محبوب کے لازوال حسن و جمال۔ متانت وقار کا عشر عشیر بھی نہیں کہ جس کے دُھندلے سے عکس (کہ جن کا اصل کئی پردوں میں ملفوف ہے) کا ہم نے اس دنیا میں نظارہ کیا۔ یہ آیت انسان کو

خبردار کرتی ہے کہ اے انسان تو ان دنیاوی رشتوں اور ان کی محبت بھری خوبیوں سے جدا ہو جانے پر رنجیدہ مت ہو۔ یہ تو وہ معمولی آئینے ہیں جن میں تم نے لاتعداد پردوں میں چھپے ہوئے حسن و جمال محبت اور چاہت کی معمولی سی جھلک دیکھی ہے مگر جب آئینے بدل جائیں گے اور تجھے اپنے خالق کے حقیقی حسن و جمال کی تجلی دیکھنے کو ملے گی تو تو اُس کے سوا سب بھول جائے گا اور جب تو اُسے پالے گا تو تجھے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔

جزو نہم:

آیت کا یہ جزو ''**تمام بھلائیاں اُسی کی طرف سے ہیں**'' واضح کرتا ہے کہ اللہ ہی ہے جس کے ہاتھ میں تمام اچھائی اور بھلائی ہے۔ اللہ ہی بندے کو اچھائی کرنے کی ہدایت بخشتا ہے اور انسان جو کچھ بھی اچھائی کرتا ہے اللہ اس انسان کے نامۂ اعمال میں کی جانے والی اچھائیوں کا مکمل ریکارڈ تحریر کر دیتا ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے ''اے بے بس انس و جن موت کو سامنے پا کر پریشان حال مت ہو۔ یہ مت سوچو کہ دھن دولت، مال اولاد اور اتنی بڑی دنیا چھوڑ کر تم اس تنگ و تاریک قبر میں جا رہے ہو''۔

ایسا کچھ نہیں! حقیقت صرف یہ ہے کہ تمہاری نیکیاں تمہارے اچھے اعمال ہر شے کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ وہ سب سے زیادہ قوی جس کے ہاتھ میں تمام بھلائی تمام اچھائیاں ہیں۔ قبر میں تمہیں عارضی طور پر رکھنے کے بعد اپنے حضور میں بلا لے گا۔ تم کتنے خوش نصیب ہو کہ تم اپنی ڈیوٹی اپنا فرض پورا کر چکے ہو تمہاری مشقت کا زمانہ طے ہو گیا اب تم آسانی اور آرام کی طرف رواں ہو۔ تم اس کی رحمت کے سفر میں ہو جو تمہاری اچھائیوں کے طفیل جو تم نے دُنیا میں سرانجام دیں تمہاری محنت کے صلہ کے طور پر تمہیں ملنے والی ہے''

وہ باری تعالیٰ جو ایک چھوٹے سے بیج سے ہزاروں پھل پھول اُگانے اور موسم بہار میں جشن بہاراں منعقد کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ اللہ ہی تو ہے جو ہر آنے والے موسم بہار میں شاندار طریق سے گل و گلزار کے خزانے لٹا دیتا ہے۔ وہ جو اعمال کا مکمل حساب رکھتا ہے وہ تمہیں تمہاری محنت اور کارگزاری کا صلہ بھی نہایت فیاضی اور سخاوت سے عطا کرے گا۔

جزو دہم:

قرآنی آیت کا یہ جزو ''**اور وہ تمام شے پر مکمل قدرت رکھتا ہے**'' یہ معنی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے زیادہ قدرت والا ہے۔ اللہ ہی کی طاقت ہے جو ہر شے پر غالب ہے۔ اُس کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے اس لئے کہ اُس کے لئے کچھ بھی کر لینا قطعاً مشکل نہیں۔ ہر کام اُس

کے دائرہ اختیار میں ہے اس لئے اُس کے لئے ہر کام آسان ہے اس کے لئے ایک پھول اُگانا بھی اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ موسم بہار کو لے آنا۔ اُس کے لئے بہشت تیار کرنا بھی اُتنا ہی آسان ہے جس طرح کہ موسم بہار کو جوبن پر لانا۔ اُس کی پیدا کی ہوئی ان گنت مخلوقات جو ہر لمحہ وجود پا رہی ہیں اپنے وجود کے حوالے سے اُس کی لامحدود بڑائی اور عظمت کا ثبوت بیان کرتی ہیں۔

یہ آیت بیان کرتی ہے اے لوگو تمہاری عبادات اور تمہارے اعمال ختم نہیں ہوتے بلکہ تمہیں اللہ کی رحمتوں اور عنایات سے نوازنے کے لئے کہیں اور اس سے کہیں زیادہ خوبصورت جہان تخلیق کیا گیا ہے۔ ایک ہمیشہ قائم رہنے والی جنت میں اس عارضی دنیا سے رختِ سفر باندھنے کے بعد تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے پس تم اُس باری تعالیٰ کے وعدہ پر اپنا ایمان اور یقین قائم رکھو کہ جسے تم معبود حقیقی کے حوالے سے جانتے اور پہچانتے ہو۔ وہ جو اپنا وعدہ کبھی نہیں توڑتا۔ وہ جس کی قدرت کسی خامی کسی بھی نقص سے پاک ہے اور جس کے کاموں میں کسی کمزوری کو دخل نہیں جتنی آسانی سے وہ تمہارے لئے باغات اُگاتا ہے۔ بعینہٖ اُسی قدرت سے وہ تمہارے لئے جنت بھی تخلیق کر سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اُس نے نہ صرف جنت تخلیق کی ہے بلکہ تم سے اُس کا وعدہ بھی کیا ہے۔ تمہیں جنت میں داخل بھی وہی کرے گا۔

ہر سال موسم بہار میں ہم اُس کی قدرت کا شاندار نظارہ کرتے ہیں۔ وہ کتنی سرعت کے ساتھ خزاں رسیدہ زمین کو دیکھتے ہی دیکھتے گل وگلزار میں بدل دیتا ہے کس قدرت ترتیب کے ساتھ انواع واقسام کے جاندار اور نباتات کی ان گنت اقسام سے زمین کو بھر دیتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ طاقت ور سب سے بڑی شان والا ہمیشہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔ اسی لئے تو وہ ہر سال ہمیں جنت کا نمونہ دکھاتا ہے جس کا اُس نے اپنی مقدس کتابوں میں وعدہ کیا ہے.......... یہ کہ اُس کا ہر کام نہایت واضح اور صاف صاف سچائی کا مظہر ہوتا ہے اور یہ بھی کہ اُس کے کاموں سے عیاں درجہ کمال اُس جل شانہ، کی مکمل کاملیت کا برملا اعلان کرتا ہے۔ اُس کے کاموں میں کوئی کمی کوئی جھول نہیں اور چونکہ وعدہ خلافی عہد شکنی، دروغ گوئی اور دھوکہ فریب جیسی برائیاں اُس کی شان کے یکسر منافی ہیں اس لئے ہمیں سچے دل سے اس بات پر اپنا ایمان رکھنا چاہیئے کہ وہ ''الراحم الراحمین'' اپنا عہد ضرور نبھائے گا پس اے ایمان والو۔ اُس پر بھروسہ رکھو وہ تم پر جنت کے دروازے ضرور کھولے گا اور تمہیں دائمی مسرت سے نوازنے کے لئے بہشت بریں میں ضرور جگہ دے گا وہ جو بنی نوع انسان کا اصلی ٹھکانہ ہے جو تمہارے اوّلین آباء واجداد آدمؑ اور حوا کا گھر ہے۔

گیارہواں جزو:

آیت کا یہ حصہ ''**اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے**'' یاد دلاتا ہے کہ اے لوگو تمہیں اس دنیا اس امتحان گاہ میں خاص مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔ تم سے پہلے آنے والے جنہیں تمہارے

مالک تمہارے خالق نے تم سے پہلے یہاں بھیجا تھا اپنے اپنے فرائض کی سرانجام دہی کے بعد اپنے اس خالق حقیقی کے پاس واپس پہنچ گئے ہیں وہ اس عارضی جہان کی مبہم گردش لیل ونہار سے یکسر آزاد ہوگئے ہیں۔ اُنہیں اب اپنے مالک اپنے خالق کے حضور پیش ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ وہ جو اُس کے مقرب ہوں گے بغیر کسی حجاب کے اُس کی تجلی کا نہ صرف نظارہ کریں گے بلکہ اُس دائمی جہان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں پہنچ کہ تو ہر ذی رُوح اُس معبود حقیقی، اُس اپنے مالک اپنے آقا کو جان جائے گا۔ یہ آیات ہمیں یہی خوشخبری ایسے الفاظ میں سناتی ہے کہ۔

''اے لوگو! کیا تم جانتے ہو تم کہاں جارہے ہو۔ تم کس سمت کے مسافر ہو؟ تو سنو۔ تم اُس جل شانہٗ کے حضور حاضری کے سفر پر رواں ہو۔ اُس کے حضور حاضر ہونے کے لئے جس کا ملکوتی حُسن سب سے اعلیٰ جس کی شان سب سے ارفع ہے۔ تم بہشت کے اُس سفر پر ہو جہاں کی ایک گھنٹہ کی زندگی اس عالم فانی کی شان وشوکت سے بھری ہزار ہا سالہ زندگی سے زیادہ برتر ہے جب کہ بہشت کی ایک ہزار سالہ زندگی کی حیثیت اس پیکرحسن و جمال کے جلوؤں کے دیدار کے ایک گھنٹہ دورانیہ کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ دُنیا اور دنیاوی مخلوقات کا جوحسن و جمال جسے ہم محبت اور چاہت سے دیکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کا حسن بھی جنہیں ہم بہت عزیز بہت پیارا رکھتے ہیں۔ اُس جل شانہٗ کے حُسن کی پرچھائیں ہے۔ بہشت بریں اور اُس کے مزے تو اُس شہنشاہ عزوجل کی رحمتوں کا عکس ہیں۔ ہماری محبتیں، چاہتیں تمام اُس بے پناہ محبت والے کی لافانی محبت کی جھلکیاں ہیں۔ تم اُس ہمیشہ سے قائم اور دائم معبود برحق کے روبرو پیش ہونے اُس جنت میں جارہے ہو جہاں سے تمہیں اُس جل شانہٗ کی عظیم الشان قدرت کا دائمی نظارہ کرنے کیلئے بلاوا آیا ہوا ہے۔ پس تم قبر میں مسکراتے ہوئے داخل ہوجاؤ۔

آیت کا یہ جزو یہ اعلان بھی کرتا ہے ''اے لوگو۔ تم یہ گمان بھی دل میں مت لاؤ کہ تم موت کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کا شکار ہونے جارہے ہو۔ تمہاری ہستی فنا ہونے والی ہے۔ تم قبر کے اندھیروں میں ریزہ ریزہ ہونے کو ہو۔ ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ تم ایک دائمی بقاء کی طرف جارہے گے ہو۔ اُس خالق کائنات کے نور کے سائے تلے ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے تم تو صرف اپنے مالک حقیقی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔ اُس شہنشاہوں کے شہنشاہ کی قربت میں جگہ پانے کے لئے جہاں تم سدا اُسی ایک رب کا نام لیتے ہوئے دائمی آرام پاؤ گے۔ جہاں تمہیں اس کی توحید کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئے گا۔ تم کسی سے جدا نہیں ہورہے ہو۔ بلکہ تم تو اپنے حقیقی مالک کی طرف لوٹ کر جارہے ہو۔

دوسری منزل

(یہ منزل بھی خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت کا ایک مختصر ثبوت ہے)

جزو اوّل:

''**نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے**'' آیت کا یہ جز واللہ کی توحید اور وحدت کا اقرار ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو عبادت کے لائق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آیئے اس حقیقت کے ثبوت کے لئے ہم اس نکتہ پر غور کریں۔

''اس کائنات بالخصوص زمین کی سطح پر موجود ہر شے کا بغور جائزہ لینے پر ہم دیکھتے ہیں یہاں پر زبردست حکمت اور نہایت ہی دانش مندانہ ترتیب کے ساتھ تخلیقی عمل جاری ہے۔ تخلیق پانے والی ہر شے کو ایک بہترین ترکیب کے ساتھ مکمل حالت اور مکمل وجود کے ساتھ تخلیق کیا گیا ہے۔ ترتیب کے ساتھ وجود پانے والی ہر مخلوق پر شفقت، محبت، سخاوت اور فیاضی کا نزول اُس سب سے زیادہ شفیق، محبت کرنے والے سخی اور فیاض کے وجود پر دلالت کرتا ہے جو باقاعدگی سے مخلوقات کو پیدا کرتا ہے۔ اُنہیں شکل و شباہت عطا کرتا ہے اور اور ان پر اپنی بے پایاں محبت اور اپنی رحمتوں کا نزول جاری رکھتا ہے۔

یہ سب کچھ اُس رحیم، اور یکتائی کے مالک خدائے بزرگ و برتر کی وحدت کا ایک ٹھوس ثبوت ہے۔ جو اپنی مخلوق کو ایک مخصوص شکل و شباہت میں پیدا کرتا ہے۔ اُنہیں نہایت محبت اور عنایت کے ساتھ پالتا پوستا اور ان کی نگہبانی کرتا ہے وہی خدائے واحد جس کا کوئی شریک کوئی ثانی نہیں وہ جو سب سے زیادہ طاقت اور قدرت کا مالک ہے۔

ہر شے کے بالآخر فنا ہو جانے اور اُس جیسی دیگر اشیاء کے پیدا ہو جانے کا عمل جو مسلسل جاری ہے اُس سب سے زیادہ قدرت والے کی زبردست قدرت کا عملی مظاہرہ ہے۔ جو نہ صرف اُس کے پاک نام کی نسبت سے ثابت ہے بلکہ اُس کی قدرت کے قلم سے لکھے جانے والے ان تمام مظاہر قدرت سے بھی عیاں ہے کہ جن سے اُس کی بے مثال قدرت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

جس طرح کہ وہ مالک کائنات اپنے مظاہر قدرت کے ہر رنگ میں اپنی بے مثال قدرت اور یکتائی کے ساتھ نظر آتا ہے اور جس وحدانیت کا اعلان اُس کی الہامی کتابوں، اس کے پاک کلام میں موجود ہے، ان کی گواہی اُن تمام لوگوں نے دی جنھوں نے حق کی تلاش کی اور اُس جل شانہٗ کی بے مثال اور سب سے زیادہ قدرت کو ہر شے میں محسوس کیا، اُسے موجود پایا۔ ہر شے کا وجود اپنی ذات میں بے بس ہونے کے باوجود اُس کی صناعی کا بہترین کرشمہ، اس کی قدرت کا خیرہ کر دینے والا

مظاہرہ اور اس کی زبردست حکمت کا خزانہ نظر آتا ہے...... وہ لادین جو اُس جل شانہٗ کی یکتائی اور توحید کے منکر ہیں یا تو ایک سے زیادہ خداؤں کو تخلیق کا منبع گردانیں یا پھر ملحدین کی طرح اپنے وجود اور کائنات کے وجود دونوں سے ہی منکر ہو جائیں۔ ❷

جزو دوئم:

''وہ اکیلا ہے'' آیت کا یہ جزو اُس خدائے بزرگ و برتر کی یکتائی کا سب سے بڑا اعلان ہے۔ اگر ہم اس نکتہ پر غور کریں تو ہمیں اس کا ثبوت نہایت فیصلہ کن انداز میں حاصل ہو جاتا ہے: جب ہم کائنات پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ سب سے پہلی شے جو ہمیں نظر آتی ہے وہ بہترین توازن اور مکمل ترتیب ہے جو کائنات میں بہترین انداز کے ساتھ موجود ہے۔ کائنات کی ہر شے ایک مکمل ترتیب اور توازن کے ساتھ قائم ہے۔ ہم اس ترتیب اور توازن پر اور زیادہ گہری نگاہ ڈالیں تو ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسی طاقت ہے جو اس توازن کو نہایت باقاعدگی کے ساتھ ازسرنو ترتیب دیتی رہتی ہے گویا ہر شے ایک باقاعدہ ترتیب اور توازن کا ایک خوبصورت ترین ماڈل ہے۔ اس حقیقت پر اور زیادہ توجہ دیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اس ترتیب اور توازن کے پیچھے ایک زبردست حکمت اور انصاف کارفرما ہے۔ ہر وقوعہ کے پیچھے ایک خاص مقصد موجود ہے جو بہرحال فائدہ مند ہی ہوتا ہے۔ تھوڑا اور غور کریں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات کی ہر شے کی حرکت ہر جنبش کے پس پردہ کوئی زبردست حکمت اور

❷ خصوصاً افلاطون کے نزدیک حقیقت اور سچائی کو تلاش کرنے والا کوئی شخص اُس حقیقت کو محض اس کی ظاہری صورتحال یعنی حالت فاعلی اور اس سے متعلقہ واسطوں سے ہی اُسے ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا بلکہ بسا اوقات ان حقائق کی کھوج کے لئے ان کا مابعدالطبعیاتی جائزہ لازم ہو جاتا ہے۔ فلسفہ کے ماہرین جو صدیوں سے حقائق کی تلاش کے لئے مابعدالطبعیاتی تجزیہ کو اُس تلاش کے فلسفہ کا طلائی جزو قرار دیتے چلے آرہے ہیں اس بات پر افلاطون کے ہمنوا ہیں کہ غلط دلیلوں سے مغالطہ آمیزی پھیلانے والے سوفسطائی (Sophists) جو مابعدالطبعیات تجزیہ کے نظریہ کو فلسفہ سے خارج گردانتے ہیں درحقیقت اس قابل ہی نہیں کہ اُنہیں فلسفی کہا جاسکے۔ اُس زمانے میں جب کچھ فلاسفروں نے اس نظریہ کو فلسفہ سے خارج تصور کرنا شروع کیا، خصوصاً چوتھی اور پانچویں صدی قبل مسیح میں تو نہ صرف ان گنت لاینحل مسائل سامنے آئے بلکہ سوفسطائیت کی طرف سے متعدد نظریات بھی پیش کئے گئے۔ باوجود اس کے اٹھارویں اور اُنیسویں صدی عیسوی تک سوفسطائیوں (Sophists) کو فلسفہ کے میدان میں ڈھونگی اور عطائی ہی سمجھا گیا۔ نہ صرف ان کی علمی حیثیت کو مشکوک جانا گیا بلکہ ان کے نظریات پر یونان کے اخلاقی تانے بانے کو کمزور اور پراگندہ کرنے کی کوشش کا ارتکاب کرنے کا الزام بھی لگایا گیا جو دو دلیلوں پر قائم تھا اور جو واقعتاً درست بھی تھیں۔ اولاً یہ کہ سوفسطائیت نے صدیوں سے مروجہ اور مقبول عام اخلاقی ضابطوں کو نشانہ بنایا تھا اور ثانیاً ضابطوں کے اخلاقی دائرہ کار میں ایسی متبادل سوچ کو شامل کرنے کی کوشش بھی کی تھی جو معاشرے کو کبھی قابل قبول نہیں ہوسکتی تھی۔

دانش موجود ہے کہ جس کے ہاتھوں سے ہر جُنبش، ہر حرکت وجود پا رہی ہے ہر عمل وقوع پذیر ہو رہا ہے اور ان تمام کا مشاہدہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ دانا اور حکیم، وہ سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا نظر نہ آنے والے کسی پردہ کے پیچھے سے توازن اور نہایت ترتیب کے اس عمل کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

جب ہم تمام اشیاء، بالخصوص حیوانات، ذی روح اجسام کے آغاز اور انجام پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے تخم میں اُن کے اجزاء اور ساخت کی تمام ترکیب شامل ہوتی ہے۔ ان کے پھلوں میں اُس شے کے مکمل اوصاف اس کے تمام گن بعینہٖ موجود ہوتے ہیں۔ ہم ان کے بیج کو ان اصولوں ان ضابطوں کا مجموعہ قرار دے سکتے ہیں کہ جن کے تحت یہ مخلوق پیدا ہوئی۔ جب کہ ان کے پھل ان کی پیدائش کے بعد بڑھوتری سے متعلق احکامات کی ایک فہرست کے مماثل ہیں۔

جب ہم کسی مخلوق کی ظاہری شکل و شباہت اور اُس کے اندر کی ساخت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں مخلوق پر اس کے خالق کے ہاتھ کی مکمل گرفت اور مخلوق کی تزئین و ترتیب کے لئے بہترین اور موثر مہارت صاف جھلکتی نظر آتی ہے۔ خالق کا ہاتھ تخلیق کی قدرت سے اُسے پیدا کرتا ہے جبکہ اُس کی مرضی اس کی مہارت اُسے تزئین و ترتیب سے آراستہ کرتی ہے۔ یہ تمام جہاں ان کی ابتداء ان کے آغاز کے لئے اُس زبردست علم سے دی گئی ہدایات کو ظاہر کرتا ہے وہاں اُن کی فنا ان کے انجام کے حوالے سے اُس کے مالک کے منظور کردہ پروگرام اور ایک مکمل خاکہ پر بھی توجہ دلاتا ہے۔ اُن کی ظاہری ساخت اور شکل و شباہت اُس لباس کی طرح ہے جس میں ان کا خالق جب اور جیسے حکم کرے اُس مخلوق کو ملبوس ہونا پڑتا ہے۔ جبکہ ان کی اندرونی ساخت اس مشینری کی طرح ہے جسے ان کے خالق نے اپنی مرضی سے اُن میں رکھ دیا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی شئے، کوئی مقام، کوئی زمانہ اُس ذوالجلال ولاکرام کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔ سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا خالق تمام اشیاء کو ان کے فرائض کو سرانجام دینے کے لئے نہ صرف ایک نظام ترتیب دیتا بلکہ انہیں ان پر عمل پیرا رہنے کی ہدایات بھی جاری کرتا ہے۔ اُس الراحم الراحمین اور اُس سب سے زیادہ مہربان محبت کرنے والے خالق کا حکم انہیں خوبصورتی عطا کرتا ہے اور اسی سب سے زیادہ شفیق اور فیاض کی مہربانیاں انہیں آرائش فراہم کرتی ہیں۔ وہ جو دیکھ سکتے ہیں نہایت ترتیب اور توازن کے ان خوبصورت مظاہر کو اپنی آنکھوں سے پرکھ سکتے ہیں۔ جو تمام اس کی وحدانیت اس کی یکتائی کا اعلان ہیں۔ وہ جو صرف وہی ہے اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ جو ایک ہے اس کی یکتائی میں کوئی شریک نہیں۔ وہ جو منفرد ہے۔ جو یکتا ہے جو سب سے زیادہ طاقت اور قدرت والا ہے۔ وہ جس کی مرضی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ جو سب سے زیادہ جاننے والا سب سے زیادہ

حکمت والا ہے۔

ہر شے میں موجود ایک اچھوتا پن جو بالآخر اُس ایک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر دُنیا کو روشنی سے منور کرنے والا سورج بھی ایک ہے اور اس دنیا کا مالک بھی ایک۔ دنیا میں موجود تمام مخلوق کو ہوا۔ آگ، پانی مہیا کیا جاتا ہے جو تمام اپنی الگ الگ حیثیت میں ایک ایک ہیں اور وہ جوان سب کو ہمیں افادہ پہنچانے کا حکم دیتا ہے وہ بھی ایک ہے۔

جزو سوئم: ''اس کا کوئی شریک نہیں''

چونکہ یہ نکتہ نہایت تفصیل کے ساتھ حرف بائیس میں سمجھایا جا چکا ہے اس لئے ہم قارئین کو یہاں صرف اس کا حوالہ دیتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ [1]

جزو چہارم: ''ہر طرف اُسی کی بادشاہی ہے''

ہر طرف اُسی کی بادشاہی ہے کا مطلب ہے کہ جو کچھ بھی ہے اُسی کی ملکیت ہے سب کچھ اُسی کا ہے۔ کیا عرش کیا فرش، کیا زمین کیا آسمان۔ کائنات ارض و سماء کا ذرہ، ذرہ جو کچھ ماضی میں تھا جو کچھ مستقبل میں ہوگا جو کچھ اس دنیا میں ہے اور جو کچھ اُس [1] اگلے جہان میں ہوگا تمام اُسی کا ہے۔ بادشاہت اور ملکیت کے لحاظ سے اُس کا کوئی ثانی نہیں۔ اپنی عظیم ترین ملکیت اور بادشاہت کے حوالے سے بھی صرف وہ ہی ہے جو یکتا ہے۔

''جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے'' کا ایک خوبصورت مظہر یہ کائنات ہے اور اس کائنات (Universe) میں ایک اور کائنات (Humanity) بنی نوع انسان MICROCOSM کی صورت میں موجود ہے۔ دونوں ہی اُس کی قدرت کے بہترین مظاہر ہیں۔ اُس رب ذوالجلال نے اس کائنات کو سجدہ گاہ بنایا تا کہ اُس کی بندگی کی جائے اس کے سامنے سر جھکایا جائے۔ اور بنی نوع انسان

---

[1] ''حروف'' از سعید نورسی جلد 1

[1] ماضیٔ دوام وہ طویل ترین عرصہ نہیں جسے زمانے کا آغاز کہا جا سکے جو کسی شے کا وجود کا لازمہ رہا ہوگا۔ درحقیقت یہ اُس آئینہ کی طرح ہے جس میں تمام ماضی، حال، مستقبل (جو بے شک تمام آج ماضی کا حصہ بن چکے ہیں) سب کی جھلک موجود ہے۔ لوگ گزرے ہوئے زمانے کی ابتداء کھوجنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اشیاء اور واقعات کے ایک لامتناہی سلسلہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے جسے یہ لوگ ماضیٔ دوام کہتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اسی مثال سے ظاہر ہے۔ تصور کریں آپ کے ہاتھ میں ایک آئینہ ہے جسے دائیں طرف کرنے سے اُس میں ماضی کی جھلک نظر آتی ہے۔ جبکہ بائیں جانب کرنے سے اُس میں مستقبل نظر آنے لگتا ہے۔ یہ آئینہ ایک وقت میں کوئی ایک سمت ہی دکھا سکتا ہے دونوں سمتوں کو بیک وقت دیکھنے کے لئے آپ کو اتنی بلندی پر جانا ہوگا۔ جہاں ماضی اور مستقبل ساتھ ساتھ مل جائیں مگر اس مقام پر پہنچ کر بھی آغاز اور انجام یعنی ابتداء اور انتہا کا پتہ چلانا اور ناممکن ہو جائے گا۔

کوتخلیق کیا کہ وہ اُسے سجدہ کرے اس کی بندگی بجالائے۔ اُس نے اول الذکر کو تخلیق کر کے اُسے اپنی بادشاہی بنا ڈالا اُسی نے موخر الذکر کو پیدا کیا کہ وہ اُس کا خادم بنے اُس کے آگے سر جھکائے اُس کی تعظیم بجالائے۔ اُس کے بتائے گئے احکامات کی بجا آوری کرے۔ اوّل الذکر میں اُس کا فن اُس کی صناعی ایک خوبصورت آرٹ کا نمونہ ایک کتاب کے بالمثل ٹھہری۔ جبکہ مؤخرالذکر کی خوبصورتی تزئین و آرائش کو خوبصورت قوت گویائی سے نوازا گیا...... اوّل الذکر میں جگہ جگہ اُس جل شانہٗ کا جاہ وجلال نظر آتا ہے جبکہ مؤخرالذکر پر اُس کی رحمت برستی نظر آتی ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بے پایاں قدرت اُس کی یکتائی کا ثبوت ہے۔ جبکہ مؤخرالذکر پر اُس کی رحمتیں یہ باور کراتی ہیں کہ وہ سب سے الگ سب سے منفرد ہے۔ اوّل الذکر کی ہر شے پر بھی جو اپنی انفرادی حیثیت میں ایک مکمل وجود رکھتی ہے، اُس کی قدرت کی مہر ہے۔ جبکہ موخر الذکر کے جسم کے تمام اعضاء اُس کی مخصوص انفرادیت کی مہریں چھپائے ہوئے ہیں۔

حصہ اوّل:

چونکہ کائنات اور اُس کائنات کے اندر دوسری کائنات (بنی نوع انسان) اُسی جل شانہٗ کی عظیم طاقت اور قدرت کا کرشمہ ہیں۔ یہ بھی اُسی کی جنبش تحریر کا حصہ ہیں جو اُس نے اپنے زبردست قلم سے تحریر کیا۔

بنی نوع انسان کے اندر بے شک چھوٹے پیمانے پر سہی مگر عظیم کائنات کی طرح اس انسانی کائنات میں بھی وہی باترتیب فن نظر آتا ہے جس کا مظاہرہ کائنات میں کیا گیا ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر شے اُس عظیم خالق کے عظیم فن اس کی وحدانیت کا ثبوت ہے۔ بنی نوع انسان کی کائنات کے اندر موجود اُس خالق دو جہاں کی بہترین صناعی شہادت پیش کرتی ہے اُس کی یکتائی کی کہ جس نے ایسی کائنات تخلیق کیں۔ جس طرح بنی نوع انسان اللہ رب العزت کا بہترین فرمان بہترین مراسلۂ قدرت ہے اسی طرح کائنات بھی اللہ جل شانہٗ کے ماورائی قلم سے تحریر کی ہوئی ایک خوبصورت غزل کی مثل ہے جس کی وسعت بیکراں ہے۔ تصور کریں کیا اللہ کے سوا کسی اور کے بس میں ہے کہ وہ ہر ذی روح، ہر انسان کو جسمانی ہیئت اور قد وقامت تو یکساں دے، مگر اس کے باوجود ہر چہرہ ہر انسان اپنی اپنی جگہ منفرد حیثیت کا حامل ہو۔ ہر ایک کی الگ الگ پہچان الگ الگ شناخت ہو!

حصہ دوئم:

اس نے یہ کائنات تخلیق کی اور اسے اپنے معبد اپنی سجدہ گاہ کے طور پر پسند فرمایا۔ اس کائنات کو اُس جل شانہٗ نے نہ صرف اچھوتے انداز میں تخلیق کیا بلکہ اس میں اپنی عظمت کے ان گنت نشان

بھی نصب کر دیئے۔ پھر اُس نے مرد و زن کو تخلیق کیا اور انہیں عقل عطا کی کہ اللہ کی عظمت کی ان نشانیوں کو پہچانیں اس کے کرشموں کو دیکھیں اور فکر کریں اور پھر اس مالک کی عظمت کے سامنے مؤدب ہو کر سر جھکا دیں۔ اللہ جل شانہٗ کی عظمت ان کے منہ بولتے مظاہر کو دیکھتے بھالتے ہوئے بنی نوع انسان کے لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اُس ذات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معبود گردانے۔ اُس سب سے بڑی شان والے کی عظمت کا یہ پہلو بھی اُس کی وحدانیت اُس کی یکتائی کا نقیب ہے۔

حصہ سوئم:

اُس نے یہ کائنات اس لئے تخلیق کی کہ اس کی عبادت اس کی بندگی کی جائے۔ وہ ایک کائنات کا مالک ہے جب کہ دوسری کائنات اس کی خادم ہے۔ اُس جل شانہٗ نے اپنی کائنات، بالخصوص زمین کو مختلف النوع ہم مرکز کرّوں کی شکل میں تخلیق کیا۔ جس میں سے ہر ایک قابل کاشت کھیت کی طرح ہے جہاں وہ ابد سے بیج بوتا، فصل اُگاتا اور کاٹتا چلا آرہا ہے۔ وہ اپنی ملکیت کا بہترین منتظم ہے اُسے منظم اور فعال بناتا ہے اُس نے ذرّات اور ایٹم کو آپس میں مربوط کر کے اسے ایک بڑے کرّے کی شکل دے دی۔ جہاں وہ اپنی حکمت و دانائی اور اپنی عظیم قدرت سے کائنات کی فصلیں اُگاتا ہے اور کسی ان دیکھے جہان کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ یہ زمین، جو ایک درمیانہ ساخت کا کُرّہ ہے ایک اور کھیت کا میدان ہے۔ جہاں وہ مالک دو جہاں ہر موسم پر ایک نئی فصل بوتا، اُگاتا اور کاٹتا ہے اور اس غیر مادی فصل (ہر شے کی زندگی کی کارگزاریوں) کو اُس ان دیکھے جہان کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

وہ اپنی قدرت سے ہر باغ ہر باغیچہ کو بھر دیتا ہے اور اپنی حکمت کے ذریعے ہی اسے خالی کرتا رہتا ہے۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کو وہ سکت عطا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے حجم سے بھی بڑی پیداوار تیار کر سکیں۔ مختصر الفاظ میں وہ مالک ارض و سماء اپنی مخلوقات کو بطور ماڈل تخلیق کرتا ہے جنہیں وہ مختلف رنگوں میں مختلف انداز میں پیش کرتا ہے۔

وہ خالق کائنات اپنی صناعی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ کرتے ہوئے اُنہیں ہمیشہ نئی جدتوں کے ساتھ منصۂ شہود پر لاتا ہے کہ جس سے اس کی عظیم قدرت اور اُس کے خوبصورت ناموں سے وابستہ اوصاف حمیدہ کا اظہار ہو سکے۔ ہر شے ایک قرطاس کی مانند ہے جس پر وہ جل شانہٗ اپنے ماورائی قلم سے مختلف انداز میں اپنے بامعنی فرمودات تحریر کرتا ہے، اپنی دانش اپنی عظمت کی نشانیاں بیان کرتا ہے اور ہر ذی شعور کو اُنہیں پڑھنے اور سمجھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کائنات کو اپنی کاشت گاہ بنانے والے اُس خالق عظیم نے بنی نوع انسان کو تخلیق کیا اُسے جسم دیا، شکل و شباہت عطا کی۔ اعضا دیئے۔ اُسے

حواس و جذبات کے علاوہ بالخصوص ایک روح سے نوازا۔ پھر اُس جل شانہٗ نے اس میں خواہش، چاہت، جستجو اور کبھی ختم نہ ہونے والی طلب کے انبار لگا دیئے اور یوں ہر انسان کو اپنی اس وسیع ترین جائیداد کا بے حد طلب گار بنا دیا۔

کسی کی کیا مجال جو اُس سب سے زیادہ شان والے خالق کائنات کے علاوہ کوئی اور اس کائنات پر حکمرانی کا خواب دیکھے اور اس میں بسنے والوں کا آقا کہلا سکے۔ وہ خالق کائنات جس نے اس کائنات کی ہر شے کو کھیتی کی طرح اُگنے پھلنے پھولنے والے کھیت کی طرح پیدا کیا وہ جس نے بنی نوع انسان کو اس کا منتظم، نگران، کاشت کار، تاجر، نقیب اور عبادت کرنے والے عابد کی شکل میں تخلیق کیا۔ جس نے بنی نوع انسان کو میزبانی اور ہم کلامی کا شرف بخشا۔

حصہ چہارم:

اوّل الذکر (کائنات) میں اُس کی اعلیٰ صناعی ایک کتاب کی طرح نظر آئی جب کہ مؤخر الذکر (بنی نوع انسان) کائنات میں اُس کے مظاہر کلام کی شکل میں نظر آئے۔ کائنات میں اُس خالق کائنات کا فن پڑھی جانے والی کتاب کی مانند نظر آنے کا مطلب ہے کہ اُس نے کائنات کو فہم کے قابل بنایا۔ جس کے نتیجے میں انسان اس سے سائنسی علم حاصل کرتے ہیں اس پر سائنسی مقالے لکھتے ہیں۔ حکمت و دانائی کی اس کائناتی کتاب کو جو تمام کی تمام سچ پر مبنی ہے، قرآن کے نام سے پکارا گیا ہے جو اُس وسیع کتاب کا مظہر ہے۔

جیسے اوپر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کاملِ صناعی کے مظاہر کے متعلق بیان کیا گیا ہے ایسے ہی اس کی حکمت کے مظاہر میں اس کی خوبصورت رنگ آمیزی نے بنی نوع انسان کو قوت گویائی عطا کی۔ بالفاظ دیگر اُس کا فن اس کی صناعی اس قدر جامع، خوبصورت اور نازک ہے کہ یہ اُس شاہکار کو بولنے کے لئے زبان بخش دیتی ہے۔

قدرت کی اس جامع اور کامل صناعی نے بنی نوع انسان کو وہ رنگ آمیزی عطا کی کہ ایک غیر مادی، غیر جسمانی بلکہ محض عضویاتی وصف......قوت گویائی......بنی نوع انسان کے مادی، جسمانی اور نامیاتی بافتوں سے بنے ہوئے دماغ میں جاگزیں ہو جاتی ہے صرف اتنا ہی نہیں اُس جل شانہٗ نے انسان کو قوت گفتار دے کر نہ صرف اس کا وسیلۂ اظہار بنایا بلکہ اُسے سمجھ بوجھ جیسی بے پناہ صلاحیتوں کا حامل بھی بنا دیا کہ وہ نہ صرف کلام کر سکے بلکہ اُس مالک حقیقی کے لافانی اور ابدی پیغام کو سمجھنے کے قابل بھی ہو سکے کہ جس کے ذریعہ بنی نوع انسان کو اللہ جل شانہٗ سے مخاطب ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ کرشمہ اُس اللہ وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی اور کی طاقت میں کہاں ہے؟

حصہ پنجم:

کائنات کی ہر شے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت اور عظمت کی آئینہ دار ہے۔ جبکہ مخلوقات پر اس کا جاری وساری کرم اُس رب ذوالجلال کی سخاوت اور کرم نوازیوں کا مظہر ہے۔ اُس سب سے زیادہ طاقت ور کی طاقت نے جو اُس کی عظمت اور بڑائی سے صاف عیاں ہے، کائنات کو ایک عظیم الشان محل کے مماثل بنادیا ہے جسے سورج چاند ستاروں جیسی قندیلوں سے منور کیا گیا ہے جو اُس کی وحدانیت کا منہ بولتا مظاہرہ ہے۔ جبکہ اُس کی مخلوق پر کرم نوازی اور مہربانیاں اُس کے پاک ناموں کے اوصاف کے عین مطابق ہیں جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر ذی روح پر ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔

اللہ ''واحد'' ہے:

تمام مخلوقات اُس کی ہیں جو اُسی کو دیکھتی اور اُسی سے مدد کی طلب گار ہیں۔ اس لئے بھی کہ وہ اُسی ایک خدا کی ہی بنائی ہوئی ہیں۔ اللہ ''احد'' ہے: اُس کے پاک ناموں سے وابستہ اوصاف کی جھلک ہر شے میں نظر آتی ہے[5]۔ مثال کے طور پر زمین پر پڑنے والی سورج کی روشنی کو اُس اکیلے سورج کی یکتائی کے مشابہ کہا جاسکتا ہے بعینیہ ہر قطرے، ہر ذرہ ہر شفاف شے میں بیک وقت چمکنے والے سورج جو درحقیقت اُسی ایک سورج کے دم سے قائم نظر آتے ہیں اُسی ایک سورج کے وجود کی گواہی دے رہے ہیں۔ جو سورج کی روشنی میں شامل ساتوں رنگوں، حرارت اور روشنی کے لئے اُس کے منبع اُسی ایک سورج کے وجود کی دلیل ہیں۔ بالکل اس طرح ہر شے میں موجود اُس رب العزت کے پاک ناموں کی جھلک، بالخصوص ہر ذی روح بلکہ ہر انسان میں اس کی موجودگی اس جل شانہٗ کی وحدانیت اور یکتائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جل شانہٗ جو کائنات کا نظام چلاتا ہے جس نے سورج کو ایک خادم، ایک چراغ کی شکل میں بنایا جس نے اسے دہکتے ہوئے انگارہ کی شکل دی کہ کائنات میں روشنی اور حرارت بہم پہنچائے۔ جس نے زمین کو ذی روح حیات کے لئے بہترین گھوارہ کی شکل میں قائم

---

[5] کسی اور زبان میں اللہ جل شانہٗ کے اوصاف ''اَحدیہ'' اور ''واَحدیہ'' کو بیان کرنا نہایت مشکل ہے۔ ''واحدیہ'' جیسا کہ اس کتاب میں عام طور پر ترجمہ کیا گیا ہے کا مطلب اللہ جل شانہٗ کے تمام پاک ناموں کی نسبت سے نظر آنی والی وہ جھلک ہے جو کائنات کی ہر شے میں نظر آتی ہے یعنی ہر شے اُس کی ذات میں مجتمع ہے۔ ''احدیہ'' کا عموماً ترجمہ جو کیا جاتا ہے وہ یکتائی اور وہ انفرادیت ہے جو صرف اُسی کی ذات کا حصہ ہے۔ اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے مخصوص نام اور ان کی نسبت سے وابستہ کسی ایک یا اس سے زیادہ اوصاف کے ضمن میں استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اس انداز سے اُسے وہ مخصوص پہچان وہ شناخت حاصل ہوتی ہے جو اُسے دیگر مخلوقات میں امتیازی حیثیت عطا کرتی ہے۔

کیا، جس نے آگ کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے دوست بنا دیا۔ وہ خدائے بزرگ و برتر جس نے بادلوں کو پانی مقطر کرنے اور توانائی بخشنے کا کارخانہ بنایا۔ وہ جس نے پہاڑوں کو مخزنوں کی شکل دی۔ وہی جل شانہٗ جس نے ذی روح حیات کے لئے ہوا کو ہوادان بنایا جس میں کہ وہ سانس لیتی ہیں۔ اور جس نے پانی کو رطوبت عطا کی کہ جو زندگی کے لئے آبِ حیات ہے۔ یہ تمام اُسی خالق کائنات کی بے کراں طاقت اور قدرت کا شاخسانہ ہیں جو اُسکی برتری اور یکتائی کی شہادت ہے۔

کیا کوئی اتنی قدرت کا مالک ہوسکتا ہے جو سورج کو زمین کے باسیوں کا خدمت گار بننے کا حکم دے۔ کیا کوئی اور ہے جو ہوا کو دُنیا پر بسنے والی حیاتیات کی خدمت پر مامور کرے۔ کیا اُس خدائے واحد کے علاوہ کوئی اور ہوسکتا ہے جو آگ کو بنی نوع انسان کا دوست بنائے جو ایک چھوٹے سے شعلہ کو یہ قوت فراہم کرے کہ یہی ننھا سا شعلہ دیگر ہزاروں ٹن اشیاء کو اپنی حرارت دے کر انہیں مغلوب کر سکے۔ ہر شے، ہر عنصر، ہر مادرائی وجود اُس خدائے لم یزل کی یکتائی کا ثبوت ہے اور اس کا اعلان کر رہا ہے۔

جس طرح خدا تعالیٰ کی یکتائی اس کی شان اور عظمت سے نمایاں ہے۔ اُسی طرح اس کا کرم اور مہربانی اُس کی بے پایاں سخاوت اور فیاضی کے مظہر ہیں ہر ذی روح خصوصاً ہر مرد و زن اس کی اعلیٰ ترین صناعی اور مہارت کا بہترین نمونہ ہیں۔ جنہیں اُس ربّ ذوالجلال نے سوچ سمجھ سے معمور جسمانی ہیئت بخشی ہے جنہیں پہچاننے، خواہش کرنے، قبول کرنے اور سراہنے سمیت لاتعداد اوصاف سے نوازا ہے۔ بالخصوص بنی نوع انسان تو اس مالک کائنات کی زبردست قوت مُتخیلہ کا بہترین نمونہ ہے جس کے اندر اُس کے بنانے والے ''خالق'' کے اوصاف کا عکس صاف جھلکتا اور نظر آتا ہے۔ ہر وجود ایک مرکز نگاہ کی طرح اس کی وحدانیت کا اعلان کر رہا ہے۔

جزو پنجم: ''تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں''

ہر شے ہر ذی روح میں اُس خالق کل کی صناعی کا بہترین مظاہرہ ثابت ہے (جو یقیناً داد و تحسین کا مستحق ہے) اسی لئے اس کاملیت کا مالک ہی ہمہ قسمی تعریف اور تحسین کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ہر شے ہر ذی روح انہی خواص کی بناء پر بلا تخصیص رنگ و نسل اس کی برتری، بڑائی، بزرگی اور وحدانیت کی توصیف میں رطب اللسان ہے اور یہ تعریف اس بناء پر بھی مستحسن ہے کہ تعریف کرنے والی ہر شے اُس خالق کی مخلوق اسی کی پیدا کردہ ہے۔ اس کا اندازہ اس مثال سے بھی لگایا جا سکتا ہے:

آیئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہ کائنات ایک وسیع پارک کی طرح ہے جس کی چھت پر ستاروں سے چراغاں کیا گیا ہے۔ اس کے فرش پر خوبصورت مخلوقات آباد ہیں۔ ہر شے ہر ذی روح پر بغور نگاہ ڈالتے ہی ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہر شے جو انتہائی خوبصورت آرائش سے مزین ہے پکار پکار کر

اپنی مخصوص زبان میں یہ اعلان کر رہی ہے: ''ہم اس خدائے واحد کی قدرت سے بنائے گئے کرشمے ہیں۔ ہم اُس کی بے پایاں قدرت اور اُس علم و حکمت والے کی عظمت اور اس کی بڑائی کے گواہ ہیں''

اس دنیا کو ایک باغیچہ کی شکل میں تصور کرتے ہوئے جہاں قدم قدم پر ان گنت پھولوں کی کیاریاں ہیں جن کے درمیان خوبصورت مخلوقات پھیلی ہوئی ہیں کہ جنہیں غور سے دیکھنے سے ہی ہمیں ایسا لگے کہ یہ تمام بھی اپنی خوبصورت ترتیب و ترکیب کے ساتھ اعلان کر رہی ہیں: ''بیشک ہم میں سے ہر ایک اُس خدائے ذوالجلال کہ جس کا کوئی شریک کوئی ثانی نہیں کا معجزہ ہیں۔ اُس کی وحدانیت اس کی عظیم الشان یکتائی کا نقیب ہے۔''

اُس باغیچہ کے درختوں، پودوں کے بالائی حصوں پر ہمیں نہایت دانش مندی، فہم و فراست اور خوبصورتی کے ساتھ اُگائے ہوئے پھل اور پھول نظر آتے ہیں جو ہم زبان ہو کر اعلان کر رہے ہیں: ''بے شک ہم اُس سب سے زیادہ مہربان نہایت رحم والے، اُس اِلرّاحم الراحمین کے فن کمال کا معجزہ ہیں''۔

اسی طرح اس باغ کے تمام آفاقی و سماوی مکین، پودے اور درخت، پھل اور پھول بھی اُسی خدائے لم یزل کی یکتائی کی تعریف بیان کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں: ''بے شک وہی ہمارا مالک، ہمارا خالق، جس نے ہمیں ان شاندار اوصاف سے نوازا، اس کو ہر شے پر مکمل کنٹرول حاصل ہے۔ اس کے لئے کچھ بھی ''ناممکن'' نہیں اور نہ ہی کوئی شے اس کی قدرت سے باہر ہے۔ ہر شے اُسی ایک کے تابع فرمان ہے۔ اُسی کی قدرت میں یہ ہے کہ وہ ان تمام کو زیر کرے۔ اس کے سامنے بڑی چھوٹی تمام اشیاء یکساں ہیں۔ اس کے لئے بڑی سے بڑی شے کو قابو میں لانا بھی اُسی قدر آسان ہے جس قدر کسی چھوٹی شے کو، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی بنائی ہوئی بڑی چیزوں کے مقابل چھوٹی چھوٹی اشیاء اپنی بناوٹ، اپنی صفات، اپنی دیدہ زیبی کے باعث زیادہ منفرد زیادہ خوبصورتی کی حامل ہیں۔

ماضی کے تمام واقعات، جو اس کی قدرت کے شاندار نمونے ہیں، اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہی سب سے بڑی طاقت سب سے زیادہ قدرت کے مالک نے ہی ان عجائبات عالم کو صفحہ ہستی پر تحریر کیا۔ وہ جس کی قدرت سے گزرا ہوا کل آیا تھا۔ اُس کی طاقت سے آنے والا کل بھی آئے گا۔ وہی جل شانہٗ جس نے کل ماضی کو تخلیق کیا تھا وہی مستقبل بھی تخلیق کرے گا۔ وہی مالک دو جہاں اس عالم فانی کے بعد دوسرا عالم یعنی ابدی جہان بھی قائم کرے گا۔ وہی ایک ہے جو تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اُسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں وہی ہے جو لائق عبادت ہے۔

کیا وہ دانش اور حکمت کا مالک جس نے ارض و سماء کو تخلیق کیا بنی نوع انسان کو جو مخلوقات کے

شجر کا سب سے زیادہ قیمتی ثمر ہے، بے مقصد چھوڑ دے گا؟ کیا وہ انسان کو عوامل و اسباب کے سلسلہ عِلت و معلول کا محتاج چھوڑ دے گا؟ کیا اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو کہ جو مخلوقات کے شجر کا سب سے خوبصورت ثمر ہے کہ جسے اُس عظیم شان والے نے اپنے عظیم ترین علم کے ساتھ تخلیق کیا:

''اور ہم نے انسان کو بہترین تقویم کے ساتھ پیدا کیا''۔

(القرآن)

کیا اللہ جل شانہٗ اس ثمر، اس پھل کو گلنے سڑنے یا چوروں کے ہاتھوں لٹنے کے لئے بے سہارا چھوڑ دے گا؟......... ہرگز نہیں!.......... بنی نوع انسان کائنات کا سب سے افضل ترین ثمر ہے جسے خدائے ذوالجلال نے نہایت محبت اور بہترین ترتیب سے پیدا کیا۔ اپنے اسی امتیاز اسی خصوصیت کے سبب بنی نوع انسان اپنے اُس مالک حقیقی کے آگے سر جھکاتا ہے۔ اُس کی حمد وثناء کرتا اس کا شکر بجالاتا ہے۔ اُس سے محبت کرتا ہے..... آخر کیوں خدائے پاک اپنے بندوں کی بندگی، محبت، عبادات ''اوروں'' کو دینا گوارا کرے گا؟ کہ ایسا کرنا اُس کی اعلیٰ حکمت اور دانش کے منافی ہے۔ ایسا ہو جانا اُس کی بیکراں قدرت میں کمزوری اور اس کے بے پایاں علم و دانش میں کم علمی کے داغ لگ جانے کے مترادف ہوگا۔

چونکہ تمام ذی شعور مخلوقات کی تخلیق کے پس پردہ کائنات کی تخلیق کا وہ عظیم مقصد پوشیدہ ہے جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا۔ پس اس مہربانی اور فیاضی کے لئے لازم ہے کہ صرف اُسی خالق کائنات کا ہی شکر بجالایا جائے جو نہایت مہربان بے حد رحم والا ہے۔

تمام بندگی تمام شکر تمام عبادات صرف اُسی خالق کائنات کے لئے ہی ہیں۔ کسی کو اُن میں شریک ٹھہرانا اُس کی محبت اس کی عنایات اُس کی سخاوت و فیاضی اس کی رحمتوں کو جھٹلانے کے برابر ہے..... کیا کوئی اور ہے جو موسم بہار پیدا کر سکے۔ جو موسم بہار نہیں پیدا کر سکتا وہ محض ایک پھل ایک سیب بھی پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا..... کیا کوئی ایسا ہے جو اُس رب ذوالجلال کے مدمقابل آسکے۔ ہرگز نہیں..... پھر کسی مخلوق کو کیا حق پہنچ سکتا ہے کہ عبادت بندگی حمد وثناء میں جو صرف اور صرف مالک حقیقی کی ذات کے لئے مخصوص ہیں کسی اور کو شریک ٹھہرانے کی جرأت کر سکے۔

وہ خالق کائنات جو سب کا مالک سب کا پالنے والا ہے۔ جو تمام مخلوق کا بہترین نگہبان اور اپنے بندوں کا محبوب ہے۔ اپنے بندوں کی عبادات، بندگی، حمد وثناء، انکی تسلیم و رضا کو کیوں مسترد کرے گا کہ ایسا کرنا خود اُس کی بیکراں قدرت کے یکسر منافی ہے۔ تمام شکر تمام حمد وثناء صرف اُسی کی ذات کے لئے ہیں کیونکہ کائنات کی ہر شے اُسی کی ذات سے وابستہ ہے جو پکار پکار کر اس سچائی کا اعلان کر رہی ہے کہ روز ازل سے اُس کی جو تعریف و توصیف جاری ہے وہ روز ابد تک جاری

رہے گی۔

''جزوششم'' وہی ہے جو زندگی دیتا ہے''

آیت کے ان الفاظ کا مطلب ہے کہ وہ وہی ہے جو زندگی دیتا ہے وہ اپنی قدرت سے کچھ بھی پیدا کرسکتا ہے۔ اس لئے کہ کائنات کا نور، کائنات کا اصل، اس کا انجام اور ماحصل صرف روح ہی ہے اور روح ہی زندگی ہے۔ زندگی عطا کرنے کا یہ وصف صرف اُسی کا حق ہے جو خود بھی ہمیشہ ہمیشہ سے زندہ ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے جو اپنی زندگی کے لئے کسی اور کا طلب گار نہ ہو۔ اسے ہم اس طرح بیان کرسکتے ہیں۔

ہم نے دیکھا یہ دُنیا ان گنت مخلوقات سے بھری پڑی ہے۔ ایسا لگتا ہے مختلف افواج نے زمین کے سینے پر اپنے خیمے گاڑ رکھے ہوں۔ وہ حیؔ وقیوم جو زندگی کا مالک دائم قائم رہنے والا ہے۔ ہر موسم بہار میں کسی ان دیکھی دُنیا سے نئی اور تازہ دم فوج بھیجتا رہتا ہے۔ یہ افواج نباتات و حیات کی شکل میں بھیجی جاتی ہیں۔ اگر چہ تمام افواج اپنی یونیفارم، اپنے سازوسامان، ملنے والی ہدایات اور ملازمت کے دورانیہ کے حوالہ سے ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہوتی ہیں مگر اُن سب کا واحد کمانڈر انچیف اپنی بے مثال قدرت، بیکراں حکمت اور دانش، کبھی نہ ختم ہونے والے اپنی رحمتوں کے خزینوں سے ان تمام کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا اور بہم پہنچاتا رہتا ہے۔ اس ضمن میں کوئی بھول چوک کبھی نہیں ہوئی ان تمام کے لئے غذا خوراک اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی کا سلسلہ ایک نہایت منظم ترتیب کے ساتھ ہمیشہ سے جاری ہے۔ وہی دانائے کل ان تمام افواج کی ترتیب کرتا ہے اور انہیں اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کے قابل بناتا ہے۔

اللہ سبحانہ' وتعالیٰ جو علم و دانش کا مالک ہے۔ ان تمام مختلف النوع مخلوقات کی خبر گیری کرتا ہے ان میں سے ہر ایک کا ریکارڈ ان کے کوائف محفوظ رکھتا ہے اس پیمانے پر ان تمام ضروریات کی فراہمی اور ان کا انتظام صرف وہی چلاسکتا ہے جو خود بے پناہ طاقت کا مالک اور وسائل سے مالا مال ہو۔ کسی اور کی کہاں جرأت ہے جو اُس کے سالانہ نقل وحمل، مرجانے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنے اور انتہائی بہترین نظم وضبط کے ساتھ تمام انتظامات کو چلانے جیسے کاموں میں شرکت کا دعویدار ہوسکے۔

ہم بنی نوع انسان اپنی فطری کم مائیگی کے باعث زیادہ سے زیادہ کوئی ایک بٹالین فوج تیار کرتے ہیں جس میں شامل افراد مختلف رنگ ونسل کے ہوتے ہیں۔ مگر وہ ہمیشہ قائم و دائم رہنے والا بادشاہ نہایت آسانی کے ساتھ ایک ہی صنف ایک جیسی صفات سے آراستہ انواع واقسام کی سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں سے بھی زائد اقسام کی افواج کھڑی کردیتا ہے اور وہ بھی اتنے زبردست انتظام کے ساتھ کہ عقل اُس دانش کی تعظیم کئے بنا نہیں رہ سکتی۔ وہ ایسے مکمل انداز میں یہ سب کچھ

ترتیب دیتا ہے کہ اُسے دیکھ کر دل سے بے اختیار یہ الفاظ نکلتے ہیں کہ ''وہی ہے جو زندگی دیتا ہے'' اور کائنات کی پوری مخلوقات اُس کی عظمت اور بڑائی کے آگے سر جھکائے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ دست بدعا ہو جاتی ہے:

> **''اللہ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ ہے سب کا تھامنے والا۔ نہیں پکڑ سکتی اس کو اُونگھ اور نہ نیند، اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ایسا کون ہے جو سفارش کرے اُس کے پاس مگر اجازت سے۔ جانتا ہے جو کچھ خلقت کے روبرو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اس کی معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے۔ گنجائش ہے اُس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین کو اور گراں نہیں اس کو تھامنا ان کا، اور وہی ہے سب سے برتر۔ عظمت والا''**
>
> **(البقرہ 2:255)**

جزو ہفتم: ''وہی موت دیتا ہے''

آیت کے یہ الفاظ ''وہی موت دیتا ہے'' کے معنی ہیں وہی خدا تعالیٰ ہے جو زندگی دیتا ہے اور وہی واپس بھی لے لیتا ہے (موت کی شکل میں) موت ایسا وصف نہیں جسے اعمال اور اسباب کے ساتھ معلول کیا جائے۔ موت خاتمہ کا نام ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو اس طرح ہے جیسے ایک بیج جو زمین میں دب کر ظاہری طور پر اپنے وجود کے حوالے سے گل سڑ کر ختم ہوتا ہوا لگتا ہے جبکہ فی الحقیقت اس کے اندر زندگی کا پودا حیات پا رہا ہوتا ہے۔ موت بھی اسی عمل کے مشابہ ہے، موت فنا نہیں۔ اس جہان سے اُس ابدی جہاں کی جانب ایک مرحلہ ہے جہاں اُس دائمی حیات کا سلسلہ آغاز پاتا ہے۔ پس ایک بات تو ثابت ہے کہ اللہ جل شانہ کہ جس کے اختیار میں زندگی دینا ہے موت کی صورت میں زندگی کو واپس لینا بھی اُسی سب سے بڑی طاقت والے کی قدرت میں ہے۔

سب کچھ اُس ذات باری تعالیٰ کی مرضی اور خوشنودی میں شامل ہے۔ اُسی کی مرضی سے ہر شئے اپنے عالم وجود کے ساتھ اُس وقت تک رواں دواں ہے جب تک اس کی مرضی اُس کے ساتھ شامل حال ہے۔ مثال کے طور پر یہ کائنات اپنے مالک کے حکم پر ایک لمحہ رکے بغیر مسلسل رواں دواں ہے۔ تمام مخلوقات اپنے مالک اپنے آقا کی مرضی کے تحت زمان و مکان کے سفر پر بغیر رکے

بہتی چلی جارہی ہیں کسی ان دیکھے جہان سے ان کا آنا، اپنی مادی شکل میں یہاں ظہور پذیر ہونا، عالم وجود میں آنا اور پھر موت کی صورت میں کسی دوسری دُنیا میں منتقل کر دیا جانا یہ تمام اُسی شہنشاہوں کے شہنشاہ کے حکم پر جاری ہے۔ یہ اُسی کا حکم ہے کہ جس کے تحت یہ تمام مخلوقات مستقبل سے حال میں ظہور پذیر ہو کر وجود پاتی ہیں اور پھر اپنے مقرر کردہ پروگرام کے مطابق (موت کے ذریعہ) ماضی کا حصہ بنادی جاتی ہیں۔

زندگی، عالم حیات، پھر موت کا یہ تسلسل ایک نہایت ہی خوش گوار انداز سے جاری ہے۔ جسے وہ دانائے کل اپنے بہترین علم اور دانش کے ساتھ چلائے جارہا ہے۔ آنے جانے کے اس عمل کا تسلسل انتہائی مربوط اور منظم ہے اس میں ایک توازن ایک سمجھ بوجھ کا انداز صاف نظر آتا ہے۔ ہر چیز ہر کام ایک مقصد، ایک ارادہ کے ساتھ ایک فائدہ کی خاطر سرانجام پاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ جل شانہ' اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ نہایت کامل انداز میں زندگی عطا کرتا ہے۔ انہیں کنبوں، قبیلوں کی شکل دے کر اس دنیا کے اندر ان کی ایک اپنی دنیا قائم کرتا ہے جہاں وہ خاص مقصد کے لئے اپنے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ پھر وہ اُن سے زندگی واپس لے لیتا ہے اور مر جانے والوں کو اس جہان سے اُس جہان میں منتقل کر دیتا ہے۔

کیا اس کے سوا کوئی اور ایسا ہوسکتا ہے جو ایسی خوبصورتی کے ساتھ اس کائنات اس زمانے کا انتظام سنبھال سکے۔ جو مخلوق کو زندگی اور پھر اس کے بعد موت کی صورت میں واپس بلا سکے۔ جو اتنی آسانی سے پھول پیدا کر سکے جتنی آسانی کے ساتھ وہ موسم بہار لے آتا ہے، جو پودے کو زندگی دے اُس پر پھول اُگائے اور پھول توڑنے کی شکل میں اس پھول کو موت سے ہمکنار کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ نہیں ہرگز نہیں ایسا کوئی نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ وہ زندگی دے سکتا ہے موت دے سکتا ہے ایک انتہائی غیر اہم ترین مخلوق کی زندگی اور موت بھی اُسی ایک قانون کے تحت واقع ہوتی ہے جو تمام مخلوقات پر حاوی ہے۔ پس یہ وہی کلِ شیٔ قدیر کہ جس کے قبضہ میں ہر شے ہے کہ جو سب سے زیادہ قوت اور طاقت والا ہے صرف اُسی کے ہاتھ میں زندگی ہے۔ وہی ہے جو موت دیتا ہے۔ ہر شے زندگی ہو یا موت اُسی کے حکم اس کی اجازت کے بغیر ناممکن ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں زندگی کی تمام سچائیاں ہیں اور اُس کے ہاتھ میں موت کی تمام متفرقات ہیں۔ سب کچھ اُسی کے حکم، اُس کی قدرت، اُسی کے علم و دانش کے ماتحت ہے۔

جزو ہشتم: ''وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے اُسے موت نہیں''

آیت کا یہ جزو بتاتا ہے کہ اُسے کوئی موت نہیں وہ ہمیشہ سے ہے اس کی زندگی ابدی ہے

جس کی ابتداء کا پتہ ہے نہ انتہا کا، خاتمہ اور موت کو اُس سے کوئی لاحقہ نہیں وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے وہ جس کی ذات کے لئے بقاء اور زندگی ناگزیر ہے۔ کوئی غیر موجود کس طرح زندگی عطا کر سکتا ہے جبکہ زندگی اُس کے وجود کا عکس ہے۔ فرسودگی اور عدم وجود زندگی کو چھو نہیں سکتے اس لئے کہ زندگی بقاء کا نام ہے۔ موت اور خاتمہ اُس زندگی پر اثر انداز نہیں ہوسکتا جو زندگی اُس کے مظاہر قدرت سے وجود میں آئی ہو، جس پر کائنات کی تمام سچائیوں کی بنیاد ہو اور جس کے وجود کے دوام میں ان آفاقی سچائیوں کی حقیقت پنہاں ہو۔

مظاہر زندگی میں ایک پہلو ہر جگہ یکساں نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ اس عالم فانی کی ہر شے کو جسمانی انداز میں بہرحال ختم ہونا ہے۔ جبکہ روح کے حوالے سے ہر شے ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں موت کسی شے کا خاتمہ یا انجام نہیں بلکہ ایک عارضی مرحلہ ہے جو اُس فانی شے کی روح کو اس کے خاتمہ کے بعد ایک دوام عطا کرتا ہے۔ سادہ الفاظ میں اسے یوں سمجھ لیں کہ مادی جسم جو مادی زندگی کے دوران اس کارگہءِ ہستی کا حصہ ہوتا ہے مرنے کے بعد اپنی الگ انفرادی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ نباتات موسم بہار گزرنے کے بعد بیج کی شکل میں کہ جس میں اس مادی اور ختم ہو جانے والے جسم (پودے) کا اصل محفوظ ہو جاتا ہے موجود رہتا ہے۔ ذی روح اپنی نسل اپنی اولاد کی شکل میں موجود رہتا ہے حتیٰ کہ اشیاء بھی اپنے ''یاد'' کے حوالے سے زندہ رہتی ہیں گویا کہ اس عارضی زندگی کے دورانیہ کا اُس حیات پر کوئی زیادہ عمل دخل نہیں وہ حیات جو ایک تسلسل کے ذریعہ ہمیشہ سے قائم ہے جو خود ان گنت زندگیوں کے آغاز کا سبب بنتی ہے۔

کائنات کی ہر شے کا عارضی پن اور فرسودگی اس سچائی کا سب سے بیّن ثبوت ہے بالکل اسی طرح جیسے ہر زندہ حقیقت اُس زندہ اور دائم کی ابدی زندگی کا ثبوت ہے کہ جس سے اس حقیقت سے خود زندگی کا وجود پایا نہ صرف یہ بلکہ اس عارضی دنیا سے موت کی صورت میں اُس حقیقی اور دائم وجود اور اس کے قائم کردہ اُس دائمی جہاں کی دائمی زندگی کا بھی اشارہ ملتا ہے [6]۔ مرحلہ موت یا فناء سے

---

[6] خدا تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت اور تمام کائنات پر صرف اُس کی حکمرانی کو ثابت کرنے کے لئے حضرت ابراہیم نے نمرود کو یہی حقیقت اس طرح سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ اپنے نکتہ نظر کے حق میں دلیل دیتے ہوئے حضرت ابراہیم نے کہا تھا ''اللہ ہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور وہی ہے جو مارتا بھی ہے اُسی طرح جس طرح وہ صبح کو مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہے اور شام کو مغرب میں غروب کر دیتا ہے۔ (البقرہ 2:258) حیات و موت کا یہ عارضی درمیانی وقفہ ''زندگی دینے اور موت کی صورت واپس لے لینے'' یہ کائناتی معنوں میں اُس دائم حقیقت کی طرف ایک نہایت واضح اشارہ ہے۔ یہ اس سے کہیں زیادہ وضاحت فراہم کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے بعض مفسرا سے ایک ''مختصر'' سے ایک ''وسیع النظر'' میں ضم ہو جانے سے تعبیر کرتے ہیں۔

گزر جانے والے ایک جسم کے بعد اُسی چیز کا ایک نئی زندگی کی صورت میں ظاہر ہو جانا اُس کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کو ثابت کرتا ہے۔ دریا کی طغیانی میں دریا کی سطح پر بننے والے ان بلبلوں کی طرح جن میں سے ہر ایک میں سورج کا عکس جگمگاتا ہے وہ ختم ہو جاتے ہیں تو ایسے بہت سے بلبلے ہو بہو اُسی سورج کا وہی عکس اپنے اندر سموئے ہوئے سطح آب پر موجود ہوتے ہیں۔ یہ تمام عمل درحقیقت سورج کو حاصل اس دائمی وجود کی غمازی کرنے کا ایک زندہ تسلسل ہے۔ بعینہٖ حیات و موت کی تبدیلی کے باوجود زندگی کا ہمیشہ سے قائم تسلسل اس ہمیشہ سے قائم اور ہمیشہ زندہ رہنے والے خدائے واحد کے وجود کی طرف اشارہ ہے کہ جس کی زندگی سے ہر زندہ ہونے والی شے قطرہ حیات پاتی ہے۔

موجودات درحقیقت آئینوں کے موافق ہیں۔ جس طرح آئینہ اندھیرے میں روشنی کو اور زیادہ بھرپور انداز میں منعکس کرتا ہے بعینہٖ موجودات بھی اپنی اندر کی حقیقتوں کے طفیل اللہ جل شانہٗ کے پاک ناموں سے وابستہ اوصاف کی تعبیر کی شکل میں اس کی عظمت اور بڑائی کا ثبوت پیش کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح انسانوں کی کمزوری اور بے بسی اس سے زیادہ قدرت والے کی عظیم قدرت کو بیان کرتی ہے۔ جس طرح ہماری مفلسی اس کے خزانوں کی نشاندہی کرتی ہے بالکل اُسی طرح ہماری یہ عارضی زندگی اُس زندگی بخشنے والے کی دائم اور مستقل زندگی کی طرف اِشارہ کرتی ہے۔ بالخصوص درخت اور نباتات تو اُس سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے الراحم الراحمین کی قدرت اور اس کی رحمتوں کا بھرپور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ موسم خزاں جہاں اُن کی مفلسی اور بے بسی کو ظاہر کرتا ہے موسم بہار میں انہی پودوں اور درختوں کی شاندار تزئین و آرائش اُس باری تعالیٰ کے بے پناہ خزانوں اس کی رحمتوں اور اس کی قدرت کی غمازی کرتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ہر شے ہر موجودات اپنی اپنی زباں میں اُسی طرح اُس ہمیشہ سے قائم، دائم رہنے خدائے لم یزل جو فنا اور موت سے مبرا ہے کے حضور اُس کی ایسی ثناء کر رہی ہوں جیسی اویس قرنی نے پیش کی تھی [1]

> ''اے میرے رب، تو ہی ہمارا آقا ہے۔ کیونکہ ہم خود کو صرف تیرے خادموں کی صورت پاتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں جانتے پس اے معبود تو ہی ہمیں راستے سجھا۔ تو ہی ہمارا خالق ہے کہ تو نے ہمیں پیدا کیا۔ تو ہی قاضی الحاجات ہے کہ تو ہی ہماری ضرورتیں

[1] حضرت اویس قرنیؒ کو عام طور پر تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے گرچہ کافی عمر پائی مگر پیغمبر اسلام کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر پائے۔ حضور ﷺ نے ایک بار ان کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ سے فرمایا ''کبھی تم میں سے کوئی اویس قرنی سے ملے تو اُسے کہنا تمہارے لئے دُعا کرے''۔ (مسلم.....فضائل صحابہ صفحہ 223-224)

پوری کرتا ہے جنہیں پورا کرنا ہمارے بس میں نہیں۔ پس تو ہی ہماری ضرورتیں پوری فرما۔ تو ہی ہمارا حقیقی مالک ہے کیونکہ ہم تو صرف تیری مرضی ہی کے تابع ہیں۔ ہمیں تو خود اپنے آپ پر کوئی اختیار نہیں۔ پس تو ہی ہمارا مالک ومختار ہے۔

تو بلند مرتبہ کا مالک ہے تیری شان بہت بلند ہے جب ہم خود کو دیکھتے ہیں تو ہمیں "اپنی مفلسی اور بے بسی کے باوجود اپنے ہر ہر رنگ میں تیری شان جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اے اللہ ہماری ذات تیری عظمتوں کے جلوؤں سے پُر ہے۔ اے میرے مالک تیرے خزانے بھرپور ہیں جب کہ ہم بے بس اور مفلس، تو ہی شہنشاہ اور عطا کرنے والا ہے۔

اے میرے خدا تو حیّ وقیوم ہمیشہ سے زندہ اور دائم رہنے والا ہے۔

اے اللہ ہم فانی ہیں اور ہماری زندگی بھی جو موت کی پابند ہے اس میں ہم ہمیشہ قائم رہنے والے اور زندگی عطا کرنے والے کے مظاہر کی ایک جھلک ہی دیکھ پاتے ہیں۔ تو سدا سے دائم اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے کہ ہم اپنی عارضی زندگی اور موت کی جھلک میں تیرے حیّ اور قیوم ہونے کے بھید کو پاتے ہیں۔

اے مالک ہماری فریاد کو سن۔ ہم پر اپنی رحمت نازل فرما کہ ہم تمام مخلوق اپنی اپنی زبان، اپنے اپنے انداز میں ہمیشہ تجھے ہی پکارتے، تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ تو ہی ہے جو ہماری ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور تیری ہی مدد سے ہم اپنے مقاصد کو پاتے ہیں۔ بے شک تو ہی ہے جو ہماری پکار کو سنتا اور ہماری حاجت روائی کرتا ہے"

بے شک تمام مخلوقات اپنی تمام تر کمزوری اور بے بسی کے باوجود اُس کی قدرت، بے پناہ رحمت اور مہربانی کی آئینہ دار ہیں۔

جزو نہم: ''اُسی کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے''

آیت کا یہ جزو بتاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے کہ جس کی طرف سے ہر بھلائی ہے۔ ہر شے جو بھلی ہے بھلائی کے اُس خزانے، اُس کی کتاب میں شامل ہے۔ ہر وہ شے جو رحمت ہے مہربانی ہے اس کے ہی خزانوں سے ملتی ہے پس ثابت ہوا وہ جو بھلائی کے طالب ہیں اُسی سے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور وہ سب جو بہترین بھلائی کے طلبگار ہیں اُسی سے التجا کرتے ہیں۔ اس سچائی کو اس انداز میں اور زیادہ بہتر طور سمجھا جاسکتا ہے۔

خالق کائنات جیسا کہ اس کے مظاہر قدرت سے عیاں ہے، نہ صرف مخلوقات کو پیدا کرتا ہے بلکہ ان کی جبلت میں ان کی ضرورت کے مطابق علم بھی عطا کر دیتا ہے...... جس طرح کہ سورج کی روشنی، کہ جس کے بغیر سورج کا وجود بے معنی ہو کر رہ جاتا...... بالکل اُسی طرح ودیعت کردہ علم جو اُس ذات کا احاطہ کرتا ہوا اس کا حصہ بن جاتا ہے...... جس طرح سورج کی روشنی میں ہر شے کو واضح دیکھا جاسکتا ہے۔ اس علم کے طفیل جو ہر شے میں سرایت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے علم کی اس روشنی سے بھی بہت کچھ مخفی نہیں رہ سکتا۔

جس طرح بنی نوع انسان اپنی تمام تر کمزوریوں، کم مائیگی، عارضی پن اور نقائص سے بھرپور ہونے کے باوجود سورج کی روشنی میں ہر شے کو دیکھ سکتا ہے محسوس کرسکتا، پہچان سکتا ہے یہ کس طرح ممکن ہے وہ سب سے بڑا علم رکھنے والا کہ جس کا ہر کام مہربانی اور رحمتوں سے بھرپور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، کسی شے سے بے خبر رہ جائے؟ ہر مخلوق کا وجود، اپنی بہترین ہیئت ترکیبی، اپنی بہترین ترتیب کے ساتھ اُس بہترین علم کی شہادت دیتا ہے کہ بہترین ترتیب وترکیب کے لئے بہترین علم کا ہونا ناگزیر ہے۔ ہر بہترین آرائش، ہر خوبصورت ترین انداز ایک بہترین علم کا غماز ہوا کرتا ہے۔ کوئی فنکار جو ترتیب اور توازن کی بہترین عکاسی کرتا ہے صرف علم کے بل بوتے پر ہی ایسا کر پاتا ہے۔ ہر مخلوق کی بناوٹ کے خوبصورت ترین انداز کا اس کے وجود سے وابستہ مقاصد کے عین مطابق ہونا اور اُن مقاصد سے حاصل ہونے والا افادہ، تمام اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انہیں اُن کے خالق نے کن بہترین اصولوں کے تحت تخلیق کیا ہے۔ یقیناً یہ تمام اُس کے زبردست علم کو ظاہر کرتے ہیں جو صرف اُسی ایک سب سے زیادہ علم والے کی ذات کا خاصہ ہے۔

صرف وہی جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہو ہر شے کو اس کی زندگی اور وجود کے لئے ناگزیر ایک منفرد مگر منظم ترین ترتیب وترکیب عطا کرسکتا ہے۔ وہی ہر مخلوق کی ہمہ قسمی ضروریات کو جان کر انہیں مناسب وقت پر مناسب ترین انداز میں پورا کرسکتا ہے جو یہ تمام جاننے کے لئے سب سے زیادہ علم

کا مالک ہو پس صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی ہے جو سب جانتا ہے اور وہی سب کچھ جان کر ہر شے کی ضرورت کو پورا کرتا رہتا ہے۔

چونکہ ہر شے کو موت کا مزہ چکھنا ہے، موت کو کب واقع ہونا ہے؟ یہ لاعلمی اُس قانون قدرت کی طرف اشارہ ہے جو اُس شے پر احاطہ کئے ہوئے علم کے مالک کے خدائی علم میں ہے۔ اگرچہ پہلی نظر میں اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مگر پودوں کی طرح جنہیں ایک مخصوص وقت میں خزاں رسیدہ ہونا ہے ہر ایک شے کو اپنے مقررہ وقت پر مرنا ہے جس کا مرجانے کی حد تک علم ہمیں ہے لیکن وقت مقررہ کا علم صرف اُس کو حاصل ہے...... بے شک ختم ہو جانے والی اشیاء کے بیج، ان کی نسل اور جنس کے تسلسل کی صورت میں ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اُس طرح ان مقاصد اور ان سے حاصل ہونے والے افادہ کا تسلسل بھی قائم رہتا ہے...... یہ سلسلہ بھی ہر شے پر محیط اس کے علم کی نشاندہی کرتا ہے۔

ہر شے پر رحمت کا نزول ہوتا ہے اور خدا کی رحمت ہر شے کا احاطہ کرتی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جو چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کے نوزائیدہ بچوں تک کو خوراک بہم پہنچاتا ہے جو ہر پودے ہر کونپل کو بارش کے پانی سے توانائی فراہم کر کے اُسے پالتا پوستا ہے یہ سب اُسی لاثانی علم کا کمال ہے۔ مخلوقات کی تخلیق میں نظر آنے والی احتیاط، اس کی آرائش وتزئین میں برتی جانے والی مہارت صرف اسی علم کے طفیل ہے کیونکہ ایک مکمل اور جامع علم ہی وہ قوت ہے جو اتنا خوبصورت تانا بانا بن سکتا اور اسے تکمیل دے سکتا ہے۔

ہر شے کو نہایت آسانی کے ساتھ انتہائی مکمل حالت میں تخلیق کرنا ایک اعلیٰ پایہ کے علم اور مہارت کے وجود کی از خود دلیل ہے۔ کوئی عالم جس قدر زیادہ کسی شے کے بارے علم رکھتا ہے اُتنا ہی آسانی اور مہارت کے ساتھ وہ اُسے تخلیق کے عمل میں زیر استعمال لا سکتا ہے۔ نہایت آسانی کے ساتھ اتنی مکمل اور ماہرانہ تخلیق کو وجود میں لانا بھی اُس زبردست علم کی صداقت کو ثابت کرتا ہے جو صرف اور صرف اللہ جل شانہٗ کی ذات کا حصہ ہے۔

علاوہ ازیں ہزارہا ایسی سچی نشانیاں دیکھی جاسکتی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ جو تمام نظام کائنات چلاتا ہے ایک زبردست علم کا مالک ہے وہ ہر شے کے خواص اس کی خوبیوں سے واقف ہے وہ ان کی کارگزاریوں کی مکمل جانچ بھی رکھتا ہے چونکہ یہ وصف ہمارے پیدا کرنے والے خالق حقیقی میں بدرجہ اتم موجود ہے وہ اپنے اسی علم سے ہمیں اور ہمارے اعمال کو دیکھتا اور جانچتا ہے۔ اُسی حوالے سے ہمیں نوازتا یا سرزنش کرتا ہے وہ اپنی دانش اور علم کے مطابق ہم سے نمٹتا چلا آرہا ہے اور نمٹتا چلا جائے گا لہٰذا خبردار ہو جاؤ۔ ان سچائیوں کو پیش نظر رکھو اور خود کو سنبھالو اس لئے کہ خدا تعالیٰ

ہمیں ہمارے اعمال کو دیکھ بھی رہا ہے اور جان بھی رہا ہے۔

ایک ممکنہ سوال:

یہاں اس موقع پر تم یہ سوچ سکتے ہو کہ کسی کام کے کرنے کے لئے محض علم ہی کافی نہیں، مرضی اور نیت کا ہونا بھی ضروری ہے؟ جس کے جواب میں صرف یہ کہوں گا: کہ تمام مخلوقات ہر شے پر محیط اللہ تعالیٰ کے بے کراں علم کی شہادت دے رہی ہیں اور اُسی زبردست علم کے مالک کی مرضی کے شامل حال ہونے کی گواہی بھی دے رہی ہیں۔

اس کی مرضی کے ہونے کے حق میں کئی شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ہر مخلوق خصوصاً ذی حس مخلوقات بہت سارے ممکنات کے مابین تاملات کے باوجود اپنی الگ پہچان اور انفرادیت کے ساتھ زندہ رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص جو اپنی ساخت اپنے اعضاء، اپنی خصوصیات کے باعث ہزارہا حصوں اور مربوط نظام کی وجہ سے ایک پیچیدہ مشین جیسا لگتا ہے جب کہ فی الحقیقت اُسے پانی کے ایک قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک پرندہ یا ایک درخت جو سینکڑوں ہزاروں حصوں کا مجموعہ ہے فی الحقیقت ایک انڈے یا ایک بیج سے پیدا ہوتے ہیں یہ تمام اشیاء اُس قدرت اور علم کے علاوہ اُس خالق کی مرضی یا نیت کو بھی ظاہر کرتی ہیں کہ جس کے ذریعہ وہ جو کچھ اس مخلوق کے لئے ضروری سمجھتا ہے وہی شکل و شباہت عطا کر دیتا ہے۔

مختصراً یہ کہ مختلف نسل کے جانوروں کے مختلف اعضاء اپنے بنیادی عوامل اور کارکردگی کے حوالے سے یکساں نوعیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جیسے پھیپھڑے دل ہاتھ پاؤں اپنی مختلف وضع اور شکل کے باوجود ایک جیسی کارکردگی دکھاتے ہیں جو اُن کے خالق کی یکتائی کی دلیل ہے جبکہ ان کی الگ الگ شکل اور وضع اُس خالق کی مرضی کو ظاہر کرتی ہے کہ جس کو اُس نے جس انداز کا بنانا چاہا اُسے ویسی شکل دے دی کیونکہ وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق اُسی طرح کرتا ہے اُس کی مرضی کسی کی مرضی کی پابند نہیں۔ پس ہر مخلوق کا دائرہ عمل اُس مالک حقیقی کی مرضی اور اُس کے ماورائی علم کو بیان کرتا ہے۔ باوجود اس کے جو کہتے ہیں خدا ہر شے پر قادر نہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ماورائی علم کے تمام اشیاء پر محیط ہونے سے انکاری ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ موجودات کا وجود اسباب اور علت کے سبب ہے یقیناً گمراہی کا شکار ہیں اتنے بڑے پیچ سے ان گمراہوں کا انکار بذات خود کئی پہلوؤں سے قابل تردید ہے یہ کہنا کہ ہر شے قدرتی طور پر وقوع پذیر ہو جاتی ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی مرضی کے ساتھ ہی سب کچھ ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ اگر وہ

چاہتا ہے تب ہی ہوتا ہے۔

جزو دہم ''وہ ہر شے پر سب سے زیادہ قدرت والا ہے'':

آیت کا یہ جزو بتاتا ہے کہ اس کے لئے کسی بھی شے کو پیدا کرنا نہایت آسان ہے۔ وہ نہایت آسانی کے ساتھ ہر شے کو جسے وہ بنانا چاہے بنا دیتا ہے اُسے وجود سے مزین کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اُس کے لئے نہایت سہل ہے۔ پس وہ کہتا ہے ''ہوجا'' اور ہر چیز ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی ماہر فنکار صرف کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور ہر شے اُس کے ہاتھ کی جنبش کے ساتھ عمل پذیر ہو جاتی ہے۔ ہم اُس کی اس مہارت اور رفتار کو حیران کن انداز میں دیکھتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اُس فنکار کو اپنے کام میں اس درجہ مہارت حاصل ہے کہ وہ جس چیز کو بنانا چاہے لگتا ہے اُس کے چھونے یا حکم دینے سے تیار ہو جاتی ہے۔

''اللہ تعالیٰ کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ جب وہ کسی شے کو بنانا چاہتا ہے صرف کہتا ہے ''کُن'' یعنی ''ہوجا'' اور ''پس وہ ہو جاتی ہے''۔

(سورۃ یٰسین 36:82)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت کا یہ اعلان ظاہر کرتا ہے کہ اُسے ہر شے پر قدرت حاصل ہے وہ ہر شے کو نہایت آسانی کے ساتھ تیار کرتا ہے نہایت ہی قدرت سے اُس کا انتظام کرتا ہے اور یہ سب اُس کے لئے نہایت سہل ہے۔ نیچے دیئے گئے پانچ نکات ان گنت انداز کے ساتھ اس سچائی کی وضاحت کرتے ہیں۔

نکتہ اوّل:

کوئی شے خواہ کتنی بڑی ہو یا چھوٹی سے چھوٹی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے برابر حیثیت کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کیڑے مکوڑے پیدا کرنا بھی اُسی قدر آسان ہے جس قدر آسانی کے ساتھ عظیم الجثہ مخلوقات، اس کے لئے جنت بنانا بھی اُتنا ہی آسان ہے جتنی آسانی کے ساتھ موسم بہار یا کوئی ایک پھول پیدا کرنا۔ دسویں اور انتیسویں حرف میں اس نکتہ پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے کہ وہ سب سے زیادہ طاقت اور قدرت والا جس قدر آسانی کے ساتھ ایک ذرہ پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر آسانی کے ساتھ ستاروں کو بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اُس کے لئے کسی ایک شے [8] کو بنانا بھی اُسی قدر سہل ہے جس قدر اُس شے کا انبار پیدا کر لینا۔

[8] دسویں حرف میں مرنے کے بعد جی اُٹھنے کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے جب کہ انتیسویں حرف میں مخلوقات کی تخلیق میں آسانی، توازن، ترتیب وغیرہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

نکتہ دوئم:

حیوانات اور نباتات جن کی پیداوار وافر مقدار میں ہے، بنانے والے خالق کی باریک بین اور نفیس ترین مہارت کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں ہو کر ہر پودے اور ہر ذی روح کا انفرادی حیثیت میں ایک دوسرے سے الگ ہونا مگر اپنے خواص اور خصوصیات کے حوالے سے بیک وقت ایک جیسا اور یکساں حالت میں ہونا اُس زبردست فنکار کے عظیم ترین فن کی شہادت دیتا ہے۔ مزید براں کسی شے کا اتنی بڑی تعداد میں پیدا ہونا بھی بہت زیادہ وقت اور بڑے نظام پیداوار کا متقاضی ہوسکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ایسی کوئی ضرورت بے معنی ہے۔ یہی شہادت ہے اس عظیم قدرت کی کہ وہ جو چاہے جس قدر تعداد میں چاہے پیدا کرسکتا ہے۔ موسمی لحاظ سے پھولوں، پھلوں سبزیوں کی ان گنت پیداوار بھی اسی بات کی شہادت ہے کہ کسی شے کی بڑی سے بڑی مقدار کو پیدا کرنا اُس کے لئے ہرگز مشکل نہیں۔

نکتہ سوئم:

وہ سب سے بڑی قدرت رکھنے والا جس قدر آسانی کے ساتھ ایک چھوٹا سا جزو تخلیق کرتا ہے اُتنی ہی آسانی کے ساتھ اپنی بے پناہ قدرت کے ذریعہ اس کا عالمگیر سطح پر عمل پذیر ہونے والا عامل بھی تخلیق کرسکتا ہے جو اُسی طرح کی فنی مہارت رکھتا ہے جس مرکز سے وہ جل شانہٗ، پوری کائنات کا نظام بخوبی چلا سکتا ہے اور جو اس کی وحدانیت اور انفرادیت کی شہادت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معاونت اُس کے پاک ناموں کی نسبت سے وابستہ اوصاف اور نظام کائنات:

جب کوئی فرد واحد خود تمام شے کا مالک اور مختار ہو اُس کی ملکیت اُسے یہ صلاحیت عطا کر دیتی ہے کہ وہ کسی ایک شے کے ذریعہ تمام اشیاء کے نظام کو کنٹرول کر سکے ایسی صورت میں اس کا تمام اشیاء کو کنٹرول کرنا اسی قدر سہل ہوگا جس طرح اُس ایک چیز کو کنٹرول کرنا۔ اس حقیقت کا ادراک ہم اس تقابلی جائزے سے کرتے ہیں۔

کوئی بادشاہ، جو بلا شرکت غیرے اپنی مملکت کا واحد فرماں روا ہو اپنی فوج کے ہر سپاہی میں وہی مورال پیدا کرسکتا ہے جو پوری فوج کا ہوتا ہے اس عمل کے نتیجے میں ایک سپاہی کسی دوسرے ملک کے بادشاہ کو گرفتار کر کے اُس پر خود اپنی طرف سے اپنے بادشاہ کے احکامات کو لاگو کرسکتا ہے۔ ایک مقتدر اعلیٰ کی حیثیت سے وہ بادشاہ خود بھی اپنے افسروں اور تمام فوج پر اتنی ہی آسانی کے ساتھ اپنا حکم

لاگو کر سکتا ہے جتنی آسانی سے کسی ایک افسر یا منتظم پر! چونکہ تمام انتظامی صلاحیت خود اُسی کے پاس ہے اس لئے بادشاہ ہر کسی کو کسی بھی ایک سپاہی کی مدد کے لئے روانہ ہونے کا حکم دے سکتا ہے..... تاہم اگر بادشاہ کی مطلق العنانی ختم ہو جائے تو اس کا ہر سپاہی بادشاہ کے اقتدارِ اعلیٰ کی معاونت کے بغیر اپنی تمام تر قوت تمام اختیارات کو کھونے کے بعد ایک کمزور عام انسان کے مساوی رہ جائے گا اور ایسی حالت میں اُن تمام افسروں اور فوج پر موثر کنٹرول میں اس قدر دشواریاں سامنے آجائیں گی جتنی تعداد میں فوج کے سپاہی!

بالکل اسی طرح خالق کائنات کی یکتائی نے اُسے وہ قوت فراہم کر دی ہے کہ نظام کائنات کو چلانے کے لئے اپنے وہ تمام اوصاف جو اس کے پاک ناموں سے وابستہ ہیں کسی ایک عامل پر مرکوز کرتے ہوئے اُس ایک نقطہ کے ذریعہ تمام نظام کو حرکت میں لائے۔ اُس کی بیکراں قدرت کے طفیل وہ جب چاہتا ہے تمام عوامل اُس کے حکم کی تعمیل میں دیگر عوامل کی مدد کو چل پڑتے ہیں۔ اپنی یکتائی کے زور پر وہ تمام اشیاء کو اتنی ہی آسانی کے ساتھ کنٹرول کرتا ہے جتنی آسانی کے ساتھ کسی ایک شے کو۔ پس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہی وہ سبب ہے کہ جس کے تحت کائنات میں ہر شے نہایت اعلیٰ درجہ کے فن سے مزین، بے پناہ افراط اور مختلف النوع اقسام کی صورت نہایت باترتیب انداز میں موجود ہے۔

مرکز سے حاصل ہونے والی سہولیات:

اگر تمام نظام کو ایک مرکز سے ایک ہی ہاتھ ایک ہی قانون کے تحت کنٹرول کیا جائے تو انتظام کو سنبھالنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے ایک پوری فوج کو یا کسی ایک سپاہی کو یکساں آسانی کے ساتھ نئے ساز و سامان سے آراستہ کیا جا سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر کسی ایک سپاہی کو نئے ساز و سامان سے آراستہ کرنا اتنا ہی آسان ہے جس قدر اس پوری فوج کو آراستہ کرنا۔ اسی قانون اسی اصول کے تحت نہایت آسانی کے ساتھ درخت کی ہر ٹہنی پر لاتعداد یکساں پھل اور پھول اُگتے ہیں۔ اب اگر ایک درخت پر صرف ایک پھل ہی اُگانا ہو تو اس قدر پھل اُگانا اتنا ہی مشکل ہو جائے جتنے کہ اس تعداد میں درخت اُگانا ایسی صورت حال میں اُس درخت کو زندہ رکھنے کے لئے تمام عوامل کا یکجا کرنا بھی لازم ہو جائے گا۔

پس چونکہ خالق کائنات واحد ہے وہ اپنی یکتائی کے تحت سب کچھ کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اُس کے لئے تمام اشیاء اُسی قدر آسانی کے ساتھ ہیں جس قدر کوئی ایک شے اور ہر ایک شے اُتنی ہی قیمتی جتنی کہ تمام اشیاء..... مزید برآں وہ ہر ایک شے کی بے انتہا بہتات پیدا کر کے اپنی بے پناہ سخاوت

اور فیاضی کی بھرپور شہادت بھی پیش کرتا ہے کہ اُس جیسا خالق کوئی اور نہیں بلکہ وہ سخاوت اور فیاضی میں بھی یکتا ہی ہے اور کوئی اس کا شریک ہونے کا دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔

اس کی انفرادیت اور یکتائی کا اظہار:

چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وجود کسی مادی ہیئت میں نہیں اس لئے وہ زماں و مکاں کی پابندی سے مبرا ہے۔ نہ تو خلا کی پنہائیاں اور وسعتیں اُس کے بہ یک وقت مختلف واقعات کا احاطہ کرنے کی راہ میں حائل ہوسکتی ہیں نہ ہی مادی وسائل اس کے کاموں کے آڑے آسکتے ہیں وہ خود اور اس کے تمام افعال ہر قسم کی تقسیم سے پاک ہیں اس کے افعال کا ایک دوسرے سے کوئی ٹکراؤ نہیں۔ اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ بہ یک وقت بے پناہ افعال سرانجام دے سکتا ہے گویا کہ وہ تمام صرف ایک ہی کام ہو۔ پس وہ کسی ایک شخص میں تمام دنیا سمو دیتا ہے جس طرح وہ ایک چھوٹے سے بیج میں ایک پورا درخت سمو دیتا ہے اور وہ اسی طرح اتنی آسانی کے ساتھ پوری مخلوق کا نظام چلاتا ہے جس طرح وہ کسی ایک شخص کا انتظام کرتا ہے۔

ہر چمکتی شے میں سورج کی جھلک نظر آنا دراصل اُس کی اُس درخشندگی کے طفیل ہے کہ جسے ضیاء پاشی سے روکا نہیں جاسکتا۔ کتنی ہی بڑی تعداد میں آئینے اس کی جانب مرکوز کر دیئے جائیں۔ ہر آئینہ کسی دوسرے آئینہ کے آڑے آئے بغیر اس کا صاف اور پورا پورا عکس نمایاں کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک شے کو سورج کے عکس کو خود میں جذب کر کے دکھانے کی صلاحیت بخشی گئی ہوتی تو ہر شے میں سورج کی صورت اور اس کی روشنی کے ساتوں رنگ صاف صاف جھلکتے دکھائی دیتے۔ یہ روشنی بہ یک وقت ہر جگہ ہر مقام پر موجود ہوتی۔ بعینہٖ اسی مثال کے اللہ جل شانہٗ اس انفرادی خصوصیت کا حامل ہے کہ اپنے پاک ناموں سے وابستہ اوصاف کی طرح (کہ جو نور مجسم ہیں) اور اس کے پاک ناموں کی طرح (جو اُس نور کی کرنیں ہیں) وہ ہر وقت ہر مقام ہر جگہ پر موجود ہے۔ لامکاں میں ہوتے ہوئے بھی اُس کی نگاہ ہر مقام پر ہے وہ اُس ایک وقت میں ہر کام کرتا ہے وہ بغیر کسی روک ٹوک بغیر کسی رکاوٹ کے ہر جگہ پر موجود ہے۔

یہ تمام ان تین واسطوں، (i) ''اللہ تعالیٰ کی معاونت'' (ii) ''ایک مرکز سے حاصل ہونے والی سہولیات'' اور (iii) ''ہر شے ہر وصف میں اُس کی یکتائی اور اس کی انفرادیت'' کے ہونے کی وجہ سے ممکن ہوا ہے کہ تمام اشیاء تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والا وہی ایک ہے کہ یہی ایک سبب ہے کہ جس سے پیدا کرنے والے کے لئے تمام اشیاء اور مخلوقات کا پیدا کرنا اور ان تمام کا انتظام چلانا اُسی قدر آسان ہوجاتا ہے جتنا کہ کسی ایک چیز کا پیدا کرنا اور اس کا انتظام چلانا۔ یہی صورت حال ہر ایک

شے کو اتنا ہی قیمتی بنا دیتی ہے جتنی کہ تمام اشیاء۔ اگر تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ایک نہ ہوتا تو ہر ایک مخلوق کا پیدا کرنا اُتنا مشکل ہوجاتا جتنا کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنا اور پھر مختلف خالقوں کی پیدا کردہ کسی ایک شے کی قیمت اور اہمیت بھی وہ نہ ہوتی جو اُس ایک مالک اس خالق حقیقی کی پیدا کردہ شے کے ہم پلہ قرار پاسکتی۔

ملحدوں کے لئے اس توجیہہ کو جھٹلانا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خدا کی خدائی میں شریک کو ثابت کرنا خاصا مشکل بلکہ ناممکن پاتے ہوئے اپنے نظریہ کو بدلا اور اپنے جدید نظریہ کی رو سے خدا کی وجود سے مکمل انکار میں اپنے لئے عافیت کی جدید راہ نکال لی ہے۔

نکتہ چہارم:

خدائے ذوالجلال کے لئے جو اپنے صاف نظر آنے والے عوامل کے ذریعہ اپنی بیکراں قدرت کے زور پر کائنات کا نظام چلا رہا ہے جنت تخلیق کرنا بھی اُتنا ہی سہل ہے جتنا کہ موسم بہار کو لے آنا۔ ایک پھول بھی اتنا نازک اتنا خوبصورت اتنا ہی قیمتی ہوسکتا ہے جتنا کہ موسم بہار۔ اس حقیقت اس سچائی کے تین ماخذ ہیں:

پہلا ماخذ:

اُس خالق کی لازمی موجودگی مگر مخلوق سے علیحدہ وجود بہت بڑی آسانی اور سہولت فراہم کرتی ہے۔ ذرا غور کرو۔ وجود مختلف مدارج اور مراحل کا مجموعہ ہونے کے ناطے عالم وجود میں یکساں ہرگز نہیں ہوتا۔ پس ایک درجہ کے وجود سے وابستہ ذرہ کسی عام قدرے کم اہم وجود سے منسلک ذرہ کی نسبت کہیں زیادہ بڑی سے بڑی شے مثلاً پہاڑ بھی اپنے اندر سمو سکتا ہے مثال کے طور پر کسی دماغ میں رائی کے ایک دانہ کے مساوی یادداشت کا مادہ اس مادی دنیا سے متعلق معلومات کا ایک لائبریری کے مساوی الفاظ کے معنوں کو اپنے اندر سمو سکتا ہے۔ ہماری دنیا سے ہٹ کر یعنی ایک بہت ساری دوری سے محض ایک ناخن جتنی پیائش والا آئینہ اپنے اندر ایک پورے شہر کا عکس سمو سکتا ہے۔

اب اگر اُس رائی برابر یادداشت کے مادہ اور اس ناخن کے سائز کے آئینہ میں تخلیقی قوت موجود ہوتی تو یقیناً وہ دونوں اپنے مختصر ترین جسامت کے باوجود اپنے اندر سموئے ہوئے یادداشت کے خزانے یا اس تمام شہر کی شبیہ سے عکس اور معنوں کی ایک پوری دنیا بنا ڈالتے۔ دوسرے الفاظ میں کسی بھی وجود کی طاقت کو اُس وجود کے درجہ قیام کے ساتھ براہ راست نسبت ہے۔ اگر وجود مکمل استحکام اور مضبوطی اختیار کر لیتا ہے اور مادی جسم کی قید و بند سے بھی آزادی حاصل کر پاتا ہے تو پھر اُسے پابند نہیں رکھا جاسکتا۔ حتیٰ کہ اس کا جزوی مظاہرہ بھی ایک کم تر وجود

کی دنیا کو اتھل پتھل کر سکتا ہے۔

اس کائنات کا خالق بھی ہر دم موجود ہے۔ اُس کے وجود کے لئے اس کا ''دائم موجود ہونا'' جیسے وصف کا ہونا ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے عدم وجود کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ایک دائم وجود کے لئے خاتمہ کا لفظ ناممکنات میں شامل ہے۔ کیونکہ اس کا وجود مکمل استحکام، استقامت، استقلال اور مضبوط بنیاد کا پیکر ہے اس کے سامنے کسی بھی دیگر موجود کا وجود ایک سایہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اُس ذات باری تعالیٰ کا ہونا اتنا مضبوط اتنا مستقل اتنا مستحکم ہے کہ اس کے سامنے باقی کسی بھی شے کا وجود کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہی دیکھتے ہوئے عظیم محقق محی الدین ابن العرابی نے قرار دیا تھا۔ ''بس وہی ایک ہے جو موجود ہے''۔ گویا اُس ایک ''ہر دم موجود'' کے سامنے دیگر ہر موجودات کا وجود ایک خیال خام سے زائد ہرگز نہیں۔

پس اُسی ''ہر دم موجود'' کی قدرت بھی اُسی قدر کامل اور بھرپور ہے کہ وہ نہایت آسانی کے ساتھ مقابلتاً کہیں زیادہ غیر مفصل، غیر مستحکم موجودات کو تخلیق کر سکتا ہے۔ روز محشر کو مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر دینا، یوم حساب مقرر کرنا اُس کے لئے اسی قدر آسان ہے جس طرح موسم بہار میں خزاں رسیدہ ٹہنیوں سے نئی کونپلیں، نئے پھل پھول پیدا کرنا۔

دوسرا ماخذ:

ہر قسم کی پابندیوں سے مبرا اور مکمل طور پر اپنے اوصاف میں یکسر منفرد ہونا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے ہر شے کا ہونا آسان بنا دیتا ہے۔ کیونکہ کائنات کا خالق خود کائنات سے یکسر مختلف ہے۔ چونکہ اس کا یہ وصف یکسر اچھوتا اور منفرد ہے اس لئے کوئی رکاوٹ کوئی مشکل اس کے کاموں کے آڑے نہیں آسکتی۔ ہر شے پر اس کا مکمل اور آزادانہ کنٹرول ہے۔ اگر کائنات کو چلانے کا انتظام کائنات کے ہاتھ میں دے دیا جاتا تو اس کی راہ میں حائل ہونے والی مشکلات اور کنفیوژن نہ صرف زندگی بلکہ اس منظم اور بالترتیب کارگہِ ہستی کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا۔

مثال کے طور پر ایک خوبصورت مقبرہ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ چنے گئے پتھر کیا خود کو خود بخود ذاتی خوبصورتی کے ساتھ اس مقبرہ میں آراستہ کر سکتے تھے؟

کیا ایک بٹالین کے سپاہی نہایت مؤثر انداز میں خود کو اپنے احکامات کے تحت منظم و مربوط رکھ سکتے ہیں؟ فرض کر لیا جائے ایسا ممکن بھی ہوتا تب بھی ہر شے ایک شدید بدنظمی اور افراتفری کا شکار ہوتی۔ اگر پتھروں کی ایستادگی کا ذمہ کسی ماہر معمار کو اور بٹالین کے نظم ونسق کا ذمہ دار کسی آفیسر کو قرار دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان ہر دو امور میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ اگر سپاہی اور مقبرہ میں آراستہ

کیئے جانے والے پتھر ایک دوسرے کے آڑے بھی آجاتے تو بھی دونوں منتظمین بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنے اپنے حکم کے ذریعہ صورتحال کو سنبھال سکتے تھے۔

پس اُس ''ہر دم موجود'' کے پاک اوصاف تمام عارضی موجودات کے اوصاف سے یکسر مختلف ہیں۔حتیٰ کہ تمام سچائیاں عکس ہیں اُسی کے سچا ہونے کے وصف کی۔ چونکہ اس کا وجود دائم قائم رہنے والا ہے وہ مادی ضروریات سے یکسر مبرا اور مکمل طور پر منفرد حیثیت کا حامل ہے اسی لئے اُس جل شانہ' کی قدرت کے لئے کائنات کا انتظام وانصرام چلانا اُتنا ہی آسان ہے جتنا کہ موسم بہار میں درختوں پر پھل پھول اُگانا۔ بعینہٖ اگلا جہان تخلیق کرنا، جنت دوزخ اور بندوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے اس درخت کو دوبارہ نئی زندگی دینے کے مترادف ہے جو گزشتہ موسم خزاں میں مر گیا تھا۔

تیسرا ماخذ:

اس سب سے زیادہ طاقت والے خالق کل کا زمان ومکان کی پابندی سے مبرا ہونا اُسے ہر جگہ موجود ہونے کے وصف کا حامل بناتا ہے جو نہ صرف ہر جگہ موجود ہوتا ہے بلکہ ہماری نظروں سے اوجھل رہتے ہوئے بھی ہر شے پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔کوئی مادی وجود کوئی مادی رکاوٹ اس کے کاموں کے آڑے نہیں آسکتی کیونکہ انہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔فرض کریں ایسی تھوڑی بہت ضرورت ہوتی بھی۔تب بھی بجلی کے تاروں کے جال کی طرح۔ درختوں کی شاخوں کی مثال، یہ تمام اشیاء اس کے کام کو اور زیادہ آسان بنا دیتیں۔ اُس کے افعال پابند ہونے کی بجائے اور تیز تر ہوجاتے۔اُسے پھر بھی کوئی رکاوٹ پیش نہ آتی۔ کیونکہ ہر شے اُسی کے تابع ہے۔اس کی فرماں بردار ہے اُس کی مرضی کے مطابق عمل پیرا ہوتی ہے۔

پس طے یہ پایا کہ اللہ جل شانہٗ ہر شے کو اس کی مناسب ترین شکل میں نہایت آسانی کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ وہ مرکبات کو بھی اتنی ہی آسانی کے ساتھ پیدا کرتا ہے جتنی آسانی کے ساتھ وہ خواص کو پیدا کرتا ہے۔اُس نے نہ صرف جنت اور اس دنیا کو پیدا کیا بلکہ اس میں بسنے والی مخلوقات کو بھی اُسی آسانی کے ساتھ وجود بخشا۔

چونکہ خواص، تخم ریزوں کی طرح مرکبات کی مختصر ترین شکل ہوتے ہیں وہ جو خواص کو پیدا کرتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ہی مرکبات میں شامل ان عالمی عناصر بلکہ ارض وسماء کا مالک بھی ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اپنی حکمت کے اصولوں اور علم کے توازن کے توسط سے ان خواص کو اصل کے مماثل اور معنی کے حوالہ سے مرکبات کا مختصر ترین نمونہ کیسے بناتا؟

جہاں تک اس بے مثال فن کا تعلق ہے اور جو شاندار شکل اختیار کر لیتے ہیں اس کے مطابق مفردات کا وجود کسی طور مرکبات سے کم تر نہیں۔ پھول کسی طور ستاروں سے کم وقعت نہیں نہ ہی بیج کی حیثیت اس پودے یا اس درخت سے کم ہے۔ بلکہ وہ بیج جس میں اُس درخت کی تمام تر حقیقت جو اس رب الجلال کے ماورائی قلم سے لکھ دی گئی ہے اُس درخت سے کہیں زیادہ دل کش اور دیدہ زیب خصوصیات کی حامل ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا وجود کہ جس میں تمام کائنات کا علم سمو دیا گیا ہے خود کائنات سے زیادہ دیدہ زیب اور حیران کن ہے۔ اگر ایک دانش کا قرآن کسی آسمانی مادہ کے کسی ذرہ کے ایٹم پر لکھا جاتا تو اس کی قدر و منزلت آسمانی ستاروں سے لکھے ہوئے کسی قرآن سے کہیں زیادہ ہوتی۔ کیونکہ یہ ایک خوبصورت حقیقت ہے کہ اکثر خواص اپنے مرکبات کے مقابلہ میں زیادہ کرشماتی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔

نکتہ پنجم:

مخلوقات کی تخلیق کے لئے بے انتہا آسانی اور پلک جھپکنے سے بھی پہلے اُن کا ہو جانا جیسے اوصاف سے طالبان ہدایت کو روشنی ملتی ہے: اس کی قدرت کے حوالے سے جو مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اس کے لئے قرآنی آیت جنتوں، بہاروں اور باغوں کا پیدا کرنا اُسی قدر سہل ہے جس قدر کہ بہاروں، باغوں اور پھولوں کا پیدا کرنا۔ مزید براں **''تمہارا پیدا کرنے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بالکل اُسی طرح ہے جیسے ہونا ایک جی کا''** قرآن یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے حیات بعد الموت اسی قدر آسانی کے ساتھ ہے جس طرح کسی ایک آدمی کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں بہت تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے'' پس ایک چیخ کی سی آواز ہوگی اور دیکھو تمام ہمارے حضور پیش ہو گئے ہیں'' (سورۃ یٰسین 36:52)

بس یوم حساب منعقد کرنا بھی اُس کے لئے اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ ایک بگل کی آواز سن کر کسی فوج کا میدان میں پہنچ کر صف آرا ہو جانا۔

اگرچہ ہر شے کا اُتنی سرعت اور آسانی کے ساتھ واقع ہو جانا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی زبردست قدرت کی غمازی کرتا ہے مگر اس سرعت اور آسانی سے گمراہوں نے یہ غلط نظریہ قائم کر لیا ہے کہ ہر شے سے خود بخود دوسری اشیاء پیدا ہو جاتی ہیں۔ بہت سی معمولی اشیاء بڑی آسانی کے ساتھ پیدا ہوتے دیکھ کر انہوں نے اپنے مَن میں اس گمان کو جاگزیں کر لیا۔ ہر وہ ثبوت جو رب تعالیٰ کی زبردست قدرت کو ثابت کرتا ہے گمراہ لوگوں نے اُسے (نعوذ باللہ) خدا کے وجود سے انکار کے لئے پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہر شے کے اپنے وجود میں مکمل ہونے کے اس وصف کو (جو فی الحقیقت

ایک زبردست علم اور بے پناہ قدرت کا نتیجہ ہے اور یہ خوبی اس خالق دو جہاں یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہی حصہ ہے) کو ان گنت امکانات (Possibilities) سے معنون کر دیا گیا ہے۔

جزو یازدہ یا زدہم: ''اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے''

آیت کے اس جزو کا مطلب یہ ہے کہ اس عارضی آماجگاہ سے ہر شے اُس ہمیشہ قائم رہنے والے جہان میں منتقل ہو جائے گی جو ابدی اقامت گاہ اور اس ابد تک قائم رہنے والے شہنشاہوں کے شہنشاہ کے تخت کے قریب ہے۔ دُنیا کی ہر شے ہر مخلوقات عمل اور اس کے ردعمل والے اس فانی جہان کو چھوڑ کر اُس سب سے زیادہ قدرت والے کے قرب میں واقع اُس ابدی جہان کو سدھار جائے گی کہ جس جگہ اس کی قدرت کے اصل جلوے کسی پردے کے بغیر دیکھے جا سکیں گے۔ پس ہر شے کا ٹھکانہ اسی کے پاس اور ہر شے کا مقام اُسی کی رحمت کے سائے میں ہوگا۔

آیت بہت ساری سچائیاں بھی سمیٹے ہوئے ہے اور یہ سچائیاں جو جنت اور اُس میں قیام کی دائمی مسرت جیسی حقیقتوں پر ایمان رکھنے سے متعلق ہیں جنہیں دسویں اور اُنتیسویں حروف میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ جس طرح غروب ہونے والا سورج اگلی صبح کو اُسی شان بان کے ساتھ دوبارہ طلوع ہوگا اس دنیا کا ''مادی سورج'' روز قیامت اس جہان کے خاتمہ پر اُس ابدی جہاں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے موجود رہنے کے لئے طلوع ہوگا۔ اُسی دن ہر انسان اور جن اپنے اپنے اعمال کے حساب سے اپنے کئے کا پھل یعنی اجر پائے گا جو اس قابل ہوں گے وہ جنت کے باغوں میں دائمی مسرتوں کے مزے لوٹیں گے جو اس حساب پر پورے نہ اُتر پائے ان کا ٹھکانہ جہنم کا عذاب ہوگا۔ جنت کی مسرتیں اور زندگی بھی ابدی ہوگی اور گنہگاروں کے لئے عذاب بھی سدا کے لئے ہوگا۔

بے شک یہ وعدہ اُس خالق کائنات نے، جو ہر شے پر مکمل احاطہ رکھنے والے علم سے مالا مال ہے جو ہر شے ہر وجود پر اپنا مکمل اختیار رکھتا ہے اور جس کے بس میں کائنات کی ایک ایک شے کی جان ہے، کیا ہوا ہے اور یہ سب کچھ ایسے ہی واقع ہونے والا ہے کیونکہ اُس کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے اور وعدہ خلافی نہ اُس کی سرشت میں شامل ہے نہ ہی اُس کو کسی وعدہ خلافی کی ضرورت ہے کیونکہ وعدہ خلافی تب کی جاتی ہے جب وعدہ پورا کرنے کی سکت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام تر قدرت کا مالک ہے۔ ہر شے پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔ ہر شے کا جس طرح وہ چاہے اُسی طرح ہو جانا اُس کے بس میں ہے پھر اُس کی ذات سے وعدہ خلافی کی توقع رکھنا خام خیالی کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ وعدہ خلافی کرے۔

مزید براں..... تمام برگزیدہ پیغمبروں، اولیائے کرام، علمائے دین اور اہل ایمان نے..... بلکہ سب سے بڑھ کر خود[9] پیغمبر خداً نے..... ہمیشہ اپنی تمام التجاؤں میں اُس سب سے زیادہ مہربان نہایت رحم والے رب ذوالجلال سے اُس کی رحمت کے لئے، اُس ابدی جہان کی مسرتیں عطا کرنے کے لئے دعا کی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمتیں، اس کا کرم، اس کا انصاف، اس کا سچا ہونا، اُس کا زبردست حکمت اور دانش کا مالک ہونا (کہ یہ تمام اوصاف اس کے پاک ناموں کی نسبت سے اس کی پاک ذات سے وابستہ ہیں) بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ یوم حساب ہو اور دائمی جہان کی ابدی مسرتوں کی عطا ہے اس کے پاک ناموں سے وابستہ ان اوصاف حمیدہ کی تعبیر بھی ابدیت تک اُس کے چاہنے والوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی رحمتوں کا سایہ بن جائے۔ اسی حقیقت اسی سچائی کو اُس کے زندہ کلام قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ اس بات کو اُس کے پیارے پیغمبر نے اپنی تمام زندگی میں بار بار بیان فرمایا اور اپنے معجزات کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔

"اے ہمارے پیارے ربّ رحمتیں نازل فرما اپنے پیارے پیغمبر پر، اور اس کی آل پر[10]، اور اس کے صحابہ پر، ان اصحاب جنت پر، جنت میں لی جانے والی سانسوں کی تعداد کے مطابق کہ جنہیں ان کے نیک درجات اور اعمال کے طفیل تو نے جنت کا حقدار ٹھہرایا۔ اے اللہ تو ہمیں، ہمارے ساتھیوں، سعید نورسی کو، تیرے اس پاک کلام کی تفسیر لکھنے والوں کو، ان کی اشاعت کرنے والوں کو روز محشر اپنی رحمتوں کے سائے میں اُٹھانا۔ ہمیں اپنی رحمتوں کے طفیل اپنے پیارے نبی کی شفاعت عطا فرمانا اور ہمیں اور ہمارے اہل خاندان کو ہمارے دوستوں اور احباب کو جنت الفردوس میں جگہ دینا، جنت کی مسرتوں سے مالا مال کرنا۔ آمین۔ ثم آمین۔

[9] کسی بھی اشاعت میں پیغمبر اسلام کے نام کے ساتھ ﷺ اور اُن کے صحابہ کے اسمائے گرامی کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اضافہ کیا جاتا ہے جو ان کی تکریم کے لئے ہے اور ہمارا دینی فریضہ بھی مگر ان کتابوں میں غیر مسلم قارئین کو ان تکریمی کلمات کی وجہ سے پیدا ہونے والے کنفیوژن سے بچانے کے لئے اگر کہیں تکریم کے معنی میں استعمال ہونے والے یہ الفاظ لکھے جانے سے رہ گئے ہوں تو ان الفاظ کو جزو عبارت سمجھا جائے۔ کیونکہ ان الفاظ کے حذف کرنے میں کوئی گستاخی کی نیت ہرگز نہیں۔ (ادارہ)

[10] اہل بیت سے مراد، پیغمبر اسلام، علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہیں۔ انہیں ہی پیغمبر خدا کا گھرانہ، اہل بیت کہتے ہیں: تمام اُمہات المومنین (پیغمبر کی ازدواج کرام) اس میں شامل نہیں۔

اے اللہ۔ ہم خطا کار ہیں۔ ہماری غلطیوں سے درگزر فرمانا۔ اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کے راسخ ہوجانے کے بعد اُسے متزلزل نہ ہونے دینا ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما کہ تو تو تمام عالم کے لئے رحمت ہے۔ اے اللہ میرا سینہ کشادہ کر اور میرا کام آسان فرما۔ اے اللہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میرے بیان میرے الفاظ کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں۔ اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما دے۔ ہماری غلطیوں کو معاف فرما دے کہ تو بے شک غلطیوں سے درگزر کرنے، اور توبہ کو قبول کرنے اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے آقا تیری ہی حمد وثنا ہے اور تمام تعریفیں صرف تیرے لئے ہیں۔ اے اللہ ہم لاعلم ہیں تو نے ہمیں جو علم سکھایا اے اللہ ہمارے سینوں میں وہی کچھ محفوظ رکھ۔ بے شک تو ہی سب سے زیادہ علیم وحکیم اور سب سے زیادہ دانش و حکمت والا ہے:

دسویں جزو کا ضمیمہ

اُسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ نہیں کوئی ایسی (شے) جو نہ کرتی ہو اس کی حمد وثناء۔

شروع اللہ کے پاک نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

"......سنتا ہے! اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل"۔

(الرعد......13:28)

"اللہ نے بتلائی ایک مثل: ایک مرد ہے کہ اُس میں شریک ہیں کئی ضدی" (کئی آقا جو سب اُسے اپنی اپنی جانب کھینچ رہے ہیں۔ گویا وہ شخص اس کھینچا تانی میں اُلجھا ہوا ہے)

(الزمر 39:29)

سوال ؟:

آپ نے کہا ہے اللہ تعالیٰ کی یکتائی اس کے ہر کام کے کرنے کو سہل اور آسان بنا دیتی ہے

جب کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے میں انہی کاموں کے کرنے میں ان گنت دشواریاں حائل ہوجائیں گی۔ گویا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ یکتائی سے وابستہ آسانی کسی وجود کو پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے جبکہ کثیر التعدادی (Multiplicity) کو درپیش مشکلات اس کو ناممکن بنا دیتی ہیں۔ گویا کہ آپ سمجھتے ہیں کہ مشکلات اور ناممکنات بھی یکتائی کے ساتھ موجود ہیں۔

مثال کے طور پر آپ نے کہا ہے کہ ذرّات اگر ایک خدا کے حکم کے تابع نہ ہوں تو ہر ذرہ ایک لامحیط علم اور بے پناہ قدرت کا مالک ہو کر اس قابل ہوجائے گا کہ لاتعداد تخیلاتی امور کو سرانجام دیتا پھرے۔ لیکن اگر خدا ہی تمام اشیاء کو کنٹرول کرتا ہے تو کیا اُن ذرات میں وہ خصوصیات باقی موجود نہ ہوں گی جو ان کو ان کے تفویض کردہ فرائض کی انجام دہی کے لئے عطا کی گئیں تھیں؟

جواب:

ہم اس سچائی پر دماغ، روح اور قلب کو دوبارہ پُر یقین بنانے کے لئے تین امثال پیش کرتے ہیں۔

پہلی مثال:

اپنی جسامت کے تناسب سے ایک چھوٹا سا چمکدار اور شفاف ذرّہ ایک نہایت مختصر روشنی کا حامل ہوسکتا ہے مگر چھوٹا سا یہی ذرہ جب سورج کی شعاع سے متصادم ہوتا ہے تو نہ صرف اُس سے روشنی، بلکہ اس روشنی کے ساتوں رنگ حتیٰ کہ اس کی حرارت جیسی تمام خوبیوں کو جذب کرتے ہوئے سورج سے وابستہ اوصاف کے بہترین عکاس کا روپ دھار لیتا ہے۔ حالانکہ اس کی اپنی جسامت اور اپنے اندر کے اوصاف کے مطابق وہ ایسا کر سکنے کی سکت نہیں رکھتا۔ اس کی اپنی صلاحیت اگرچہ نہایت محدود ہے مگر جب وہ سورج کے سامنے آتا ہے تو آئینہ کی طرح بے شک معمولی حد تک ہی سہی، سورج کے افعال کا مظہر ضرور بن جاتا ہے حالانکہ اُس کی اپنی ذات میں ایسا کرنے کی قدرت موجود نہ تھی۔

پس اسی طرح اگر کسی وجود یا اس کے ذرّات کو فطرت، عوامل، یا خود ان کی اپنی ذات سے وابستہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ان کی ذات میں بے پناہ قدرت بھی موجود ہے۔ یہ ذرّات ہر شے پر حاوی ہوجانے والا علم بھی رکھتے ہیں تاکہ وہ خود مختار ہونے کی حیثیت سے از خود وہ فرائض بخوبی سرانجام دیں جو انہیں ان کے وجود کے حوالے سے تفویض کردہ ہیں ..... لیکن اگر وجود کو کسی ایک کی بلاشرکت غیرے یکتائی کے ساتھ وابستہ کردیا جائے تو اسی تعلق کی بناء پر اُس کا کارندہ اس کے منتظم کی حیثیت حاصل کرلے گا۔ جو اُسے اپنے ہر فعل، ہر عمل میں اُسی یکتائی کے مالک

کی ذات میں شامل اوصاف کی جھلک پیش کرنے کا شرف عطا کر دے گا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس تعلق اس واسطے سے اُسے فرائض اور ان پر عمل پذیری کے لئے اُسی یکتائی کے مالک کی تفویض کردہ قوت حاصل ہو جائے گی جو اس وجود اس ذرّہ کی اپنی قوت کے مقابل کہیں زیادہ برتر کہیں زیادہ طاقت ور ہوگی۔

دوسری مثال:

فرض کریں دو اشخاص ہیں جن میں سے ایک نہایت نڈر اور اپنے افعال میں خودمختاری کا رویہ رکھتا ہے جب کہ دوسرا محبّ وطن اور اپنا سب کچھ وطن کی خاطر قربان کرنے والا شخص ہے۔ جنگ چھوٹ پڑنے کی صورت میں پہلا شخص اپنی ذاتی حیثیت میں اپنی مرضی کے مطابق وطن کے لئے کچھ کرگزرنا چاہتا ہے۔ پس وہ اپنے لئے ضروری اسلحہ اور دیگر ساز و سامان سے لیس ہو کر دشمن سے نمٹنے چل پڑتا ہے۔ اپنی بہادری اور طاقت کے زور پر وہ کسی ایک جھڑپ میں شریک ہو کر کسی ایک دشمن کے ساتھ لڑ سکتا ہے۔

جبکہ دوسرا شخص اپنی کمزوری اور بے بسی کو مدنظر رکھتے ہوئے فوج میں شامل ہو کر بادشاہ کی فوج کا حصہ بن جاتا ہے یہ تعلق اُسے مکمل فوج کی حمایت فراہم کر دیتا ہے اور اب یہی کمزور شخص اپنے پیچھے اپنی پوری فوج کی طاقت کو محسوس کرتے ہوئے جنگ میں شریک ہوتا ہے۔ دوران جنگ وہ ہارنے والی دشمن کی فوج کے فیلڈ مارشل کو یا شکست خوردہ بادشاہ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جسے بے شک اُس نے خود گرفتار کیا ہے مگر اس گرفتاری کے پیچھے اس کے اپنے بادشاہ کا حکم اُس کے ساتھ ہے۔ وہ پہلا سپاہی جو اپنے دشمن کے مقابلہ میں خود اپنی ذات اور اپنے ساز و سامان کی قوت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ جاتے ہوئے اپنا ساز و سامان اپنے ساتھ لے کر جائے گا اور اس طرح اپنے ملک کی ایک معمولی سی خدمت کر پائے گا جبکہ دوسرا سپاہی، جو کچھ بھی اس کے ہاتھ لگے، از خود اپنی حکومت کے پاس جمع کروا دے گا بے شک اپنے بادشاہ اور اپنی فوج کے ساتھ تعلق ہونے کے ناطے بادشاہ کا حکم ہمیشہ اس کے ساتھ موجود تھا۔ (حالانکہ میدان جنگ میں کسی حد تک وہ اپنی مرضی کا خود بھی مختار تھا) پس اپنے بادشاہ کے ساتھ اُس کا یہ قلبی اور منصبی تعلق اُسے بادشاہ کو حاصل قوت اور طاقت سے متعلق کر دیتا ہے وہ طاقت جو اُس سپاہی کی اپنی ذاتی طاقت سے ہزاروں گنا زیادہ بڑی قوت ہے۔

اگر تمام موجودات (مخلوقات) اُسی ایک یکتائی کے مالک کی یکتا قدرت اور طاقت کے آگے سر جھکائے ہوئے اس کا حصہ بن جائیں تو اس تعلق کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی قوت کے بل پر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح ایک چیونٹی فرعون کے محل کو برباد کر سکتی ہے

اور ایک مچھر [1] نمرود جیسے جابر حکمران کو جان سے مار سکتا ہے۔ صرف یہی نہیں۔ کھلی آنکھ سے نظر نہ آسکنے والا صرف ایک جرثومہ کسی بھی ظالم اور جابر کو قبر میں اتار سکتا ہے۔ گندم کے دانے جتنی جسامت کا بیج ایک بڑے تناور درخت کو پیدا کر سکتا ہے۔ ہوا کا ایک چھوٹا سا ایٹم نہایت منظم ترتیب کے ساتھ کئی پھولوں پھلوں میں بآسانی سرایت کر سکتا ہے۔ تاہم یہ آسانی خود کو جھکانے اور کسی کی تابع فرمانی میں داخل ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے۔ ''اگر ہر شے کے اندر سب کچھ موجود ہے'' جیسی اصطلاح کو تسلیم کر لیا جائے۔ بالفاظ دیگر ہر شے کو خدا کے اوصاف میں شریک سمجھ لیا جائے اور انہیں عمل اور ردعمل کے تاملات کے تابع فرمان تصور کر بھی لیا جائے تو ہر شے کا دائرہ عمل کسی حد تک صرف اُسی کی اپنی ذات تک ہی محدود ہو کر رہ جائے گا۔

تیسری مثال:

فرض کریں دو دوست جنہوں نے ایک ملک کو کبھی نہیں دیکھا اس ملک کے جغرافیائی رابطہ قائم کر کے وہاں پر ٹیلی فون کے رابطہ سے حاصل ہونے والی معلومات کو مرتب کرتے ہوئے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کرتا ہے۔

اُس کا دوست کو جو خودمختاری کا علم بردار ہے اور ہر کام بزعم خود کر گزرنے کا مقصد رکھتا ہے اُس دوسرے ملک کا عرض و بسیط بچشم خود مشاہدہ کرنے کے لئے نہ صرف بے اندازہ وقت درکار ہوگا بلکہ اس تمام مسائی پر بے پناہ اخراجات کا متحمل بھی ہونا پڑے گا بافرض محال یہی شخص اگر اپنے جدید مواصلاتی ذرائع سے وہ تمام کوائف حاصل کرنا چاہے تو اُسے اپنا مواصلاتی نظام قائم کرنے کے لئے بھی بے پناہ دولت۔ تکنیک اور مہارت پہلے درکار ہوگی۔

اگر ان گنت اشیاء اور لاتعداد مخلوقات کا تعلق اُس کے لئے تمام یکتائی کے مالک کے ساتھ ہو جائے تو ہر تعلق ایک منزل بن جاتا ہے کہ جہاں سے وہ ''دائمی آفتاب'' کی طرح ہر راستے ہر منزل کو منور کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ تعلق اُسے اس کی بے پایاں حکمت کے اصول سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اُس کے بیکراں علم کے اصولوں، اس کی بے مثال قدرت کے اصولوں کے ساتھ وابستگی عطا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ اس قوت اور استطاعت کے ذریعہ جَلّ شانہٗ کے بے عیب اور بے مثال اعداد و شمار مرتب کرنا چاہتے ہیں ان میں سے ایک دوست اُس ملک کی حکومت کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے۔ اپنے ملک کے مواصلاتی نظام کے مرکز کا اُس ملک کے مواصلاتی مرکز سے بذریعہ تار

[1] یہ اس مچھر کی طرف حوالہ ہے جو اس نمرود کی ناک کے ایک نتھنے میں داخل ہو گیا تھا جو بالآخر اس کی موت کا سبب بن گیا۔ یاد رہے یہی وہ جابر حکمران نمرود تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔

افعال کا مظہر بن جاتا ہے۔ یہی تعلق یہی ربط اور بڑھ جائے تو اُسے دیکھنے والی آنکھ مل جاتی ہے۔ ہر شے کا اصل پڑھ لینے والا چہرہ مل جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر ان لفظوں کے معنی سمجھ میں آجاتے ہیں جو اپنی ذات میں ایک وجود رکھتے ہیں۔

یکتائی اور اُس پر ایمان رکھنے کا پختہ عقیدہ وہ لامحدود آسانیاں مہیا کر دیتا ہے کہ اشیاء کا وجود میں آنا لازم ہو جاتا ہے جبکہ اس ایک ذات کی یکتائی میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کا تصور ہی لامحدود مشکلات کا سبب ثابت ہوتا ہے وہ وحدہٗ لاشریک جس شے کو چاہے، جس شکل جس انداز میں چاہے، جس مقصد جس انجام کے لئے جب چاہے نہایت آسانی کے ساتھ ترتیب دے سکتا ہے، تیار کر سکتا ہے۔ تاہم اشیاء کے لئے خود بخود ہونا، خود بخود ہوتے چلے جانا نہ ان کی ذات میں شامل ہے نہ ہی ان کی ذات میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔

ہمارے تیسرے حرف میں اسی سچائی کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے نظام شمسی کا مشاہدہ ہی اس حقیقت کے حق میں واضح دلیل ہے کہ سیاروں کے اس جھرمٹ میں جو اپنے مرکز سورج کے گرد ایک نہایت خوبصورت ترتیب اور تواتر کے ساتھ گردش کرتے ہیں ہماری زمین کی گردش جس سے موسموں کا تغیر و تبدل جڑا ہوا ہے ماہ و سال اور گردش لیل و نہار کا یہ بے عیب نظام اس جَلّ شانہٗ کی یکتائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پس یہ زمین خدائے بزرگ و برتر کے حکم پر اپنے مدار میں گھومتی چلی جا رہی ہے اس درویش کی طرح جو ہر وقت اُسی کی یاد میں مگن اُس کے پاک ناموں کی مالا جپنے کی مستی میں غرق رہتا ہے۔ کسی غم کسی فکر سے بے نیاز اس یقین کے ساتھ کہ جو ''وہ'' چاہے گا وہی ہوگا کیونکہ وہ جو کرتا ہے صحیح کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے اُس کے لئے نہایت سہل اور آسان ہے۔ یہی آسانی ہے کہ خدا کی یکتائی کے طفیل اس کائنات کا نظام کسی مشکل کے پیش آئے بغیر ہمیشہ سے بآسانی رواں دواں ہے...... اگر زمین کو حرکت دینے کا حکم خدا تعالیٰ کے علاوہ کئی اور آسمانی واسطوں سے صادر ہوا ہوتا تو اس نظام میں سوائے افراتفری کے اور کچھ بھی نہ ہوتا۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید اور تمام اہل ایمان تمام مخلوقات کا تعلق اُس خدائے لم یزل کے ساتھ قرار دیتے ہیں۔ اور ہر معاملہ کو اُسی ایک معبود برحق کی ذات سے مشروط کرتے ہیں۔ پیروی کا یہ طریقہ اس قدر سادہ، اس قدر سہل ہے کہ مخلوقات کا وجود اور ان کا ہر معاملہ اس کی ذات سے لازم و ملزوم مانا جاتا ہے۔ مگر وہ گمراہ لوگ جو ہر شے کا تعلق لاتعداد عوامل کے عمل پذیر ہونے کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ اپنے لئے ایک مشکل چن لینے کے علاوہ کچھ نہیں سمجھ پاتے۔ کسی مخلوق کے وجود میں آنے کے لئے کیا کیا ضروری ہے کی وضاحت جو یہ گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ پیش کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے ماننے والوں کی نظر میں اتنی وضاحت ایک پوری کائنات تخلیق کرنے کے لئے کافی ہوگی کیونکہ کسی یکتائی

رکھنے والے کے حکم کے تحت لامحدود تعداد میں اشیاء کا عالم وجود میں آجانا کہیں زیادہ سہل اور آسان ہے۔ بجائے ان اشیاء کے کہ جن میں سے ایک ایک کو تخلیق کرنے کے لئے لاتعداد احکامات کے ساتھ اپنے حکم پر عمل پیرا ہونے کا حکم دے سکتا ہے۔ جتنی آسانی درکار ہو۔ مثال کے طور پر ایک کمانڈر اپنے ایک حکم کے ذریعہ ایک ہزار سپاہیوں کو اُتنی ہی آسانی کے ساتھ اپنے حکم پر عمل پیرا ہونے کا حکم دے سکتا ہے جتنی آسانی کے ساتھ کسی اکیلے سپاہی کو لیکن اگر ایک ہزار کمانڈرز اپنے ایک سپاہی کو ''اپنا'' ''اپنا'' حکم صادر کردیں تو وہ سپاہی شدید مخمصے کا شکار ہو کر رہ جائے گا اور اگر تمام کمانڈر باری باری اُس ایک سپاہی کو اپنا حکم بجالانے کی تلقین کریں تب بھی نتیجہ وہی افراتفری اور کنفیوژن ہی رہے گا۔

یہ خوبصورت قرآنی آیات اُن لوگوں کے لئے جو دوسروں کو اُس وحدہٗ لاشریک کی ذات میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں ایک تازیانہ سے کم نہیں:

''اللہ نے بتلائی ایک مثال۔ ایک مرد ہے کہ اس میں شریک (اس کے کئی آقا) ہیں کئی ضدی۔ (ہر ایک اُس نوکر کو اپنی طرف کھینچنے والا) اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ سب خوبی اللہ کے لئے ہے پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے''

(الزمر 39:29)

حمد و ثناء ہو تیری۔ اے مالک جو علم کہ تو نے ہمیں بخشا ہے (اُسے) ہمارے سینوں میں محفوظ رکھ۔ کہ تو سب کچھ جاننے والا اور سب علم رکھنے والا ہے۔ اے اللہ ہمارے سردار ہمارے آقاء محمدؐ پر اتنی تعداد میں رحمتیں نازل فرما جتنے کہ کائنات میں ذرے ہیں اور رحمتیں نازل فرما اس کی آل پر اور اس کے صحابہ پر آمین۔

اُسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اے میرے رب۔ اے خدائے لم یزل اے وحدہٗ لاشریک۔ اے ہمارے ملجاء اے رب ذوالجلال کہ سوائے تیرے کوئی اور معبود نہیں تو اکیلا ہے اور تیری خدائی میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ او میرے رب کہ تیری بادشاہت ہر شئے پر ہے کہ تیرا ہمسر کوئی نہیں تو ہی ہے جس کے لئے تمام تعریفیں روا ہیں۔ او میرے رب تو ہی زندگی اور موت کا مالک ہے۔ تیرے ہاتھوں میں ہے تمام بھلائی اور تو ہی

ہر شے پر سب سے زیادہ طاقت اور قدرت والا ہے اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹ کر واپس آنا ہے۔ اے ہمارے رب تو ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرنا۔ تو ہمیں اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھنا۔

اے اللہ اپنی یکتائی کے صدقے میں اس کتاب، کہ جو تیری یکتائی کی تبلیغ کیلئے شائع کی جارہی ہے۔ اس کے مرتب سعید نورسی، ان تمام دوستوں جنہوں نے تیرے پاک اوصاف کی تبلیغ کے لئے تحقیق، تدوین، اشاعت میں معاونت کی، ان کو جنہیں تو نے اپنی توصیف بھری اس کتاب کی اشاعت کی توفیق بخشی اور ان تمام کو جنہوں نے اس کتاب کو ترتیب دینے میں جس جس انداز سے معاونت کی ان کے دل ایمان کے نور سے منور کر دے۔ اُن کی زبان کو قرآن کی سچائیاں بیان کرنے کی قوت گویائی عطا فرما۔

آمین، آمین، ثم آمین۔

تیئسواں لفظ

عقیدہ ایمان، خوشی وغم

''شروع اللہ کے پاک نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''
''بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت بنایا۔ پھر ہم نے لوٹا دیا اس کو نیچے سے نیچے مگر (سوائے ان کے) جو یقین لائے اور عمل کئے اچھے سوان کے لئے ثواب ہے بے انتہا''۔
(التین 95:4-5)

باب اوّل:

نیچے دیئے گئے پانچ نکات سے ہم ایمان کے ہزار ہا پہلوؤں کی وضاحت کریں گے۔

نکتہ اوّل:

خدائے بزرگ و برتر پر ایمان رکھنے کے حوالے سے ہم مسلمان اُس درجہ مرتبت حاصل کر لیتے ہیں کہ جنت کے حقدار ٹھہر سکیں۔ مگر ہم انسان ہی ہیں جو گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک کر اپنی قدر و منزلت کو کھوتے ہوئے ذلت اور بربادی کے اس مقام پر جا پہنچتے ہیں کہ دوزخ ہمارا مقدر بن جاتی ہے۔ اگر ہم ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں تو ایمان ہمارا واسطہ اُس خالق کائنات کے ساتھ جوڑ دیتا ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے پاک ناموں سے وابستہ اوصاف کے مظاہر کو حق تسلیم کرنے انہیں عام کرنے کے عمل میں ہماری قدر و منزلت فروغ پاتی ہے۔

لادینیت اور خدا کے وجود سے انکار نہ صرف خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ ہمارے اس تعلق کو ختم کر دیتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے واضح احکامات اور واضح ہدایات کے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہی ہماری قدر و منزلت گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ (حتیٰ کہ ہماری حیثیت محض ایک جاندار کی حد تک رہ جاتی ہے بلکہ ایک جانور سے بھی بدتر) اسے ہم ایک واضح مثال کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لوہا یا کوئی بھی مادہ جسے کسی فنی تخلیق میں استعمال کیا جائے اس کی قیمت اس فن سے بہت مختلف ہوتی ہے کہ جسے اس مادے کے توسط سے اُجاگر کیا گیا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اس مادے اور اس فن کی قیمت مساوی ہو۔ اور ایسا بھی ممکن ہے کہ اس فن کی قیمت اُس مادے کی نسبت کہ جس کے ذریعے اُسے تخلیق کر کے پیش کیا گیا ہے، زیادہ بلکہ کئی گنا زیادہ ہو۔ ایک قدیم مگر نادر شے کی قیمت لاکھوں کروڑوں میں ہوسکتی ہے۔ حالانکہ وہ مادہ جو اس کی ساخت میں استعمال میں آیا اس کی قیمت اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ یہی شے نادر اشیاء کے بازار میں اپنے فن، اپنے فنکار کے نام کے حوالے سے ہزاروں لاکھوں گنا مہنگی قیمت پاسکتی ہے مگر فرض کریں یہی شے اگر عام لوہار یا بڑھئی کے پاس فروخت کیلئے لے جائی جائے تو وہ اسے کوڑیوں کے بھاؤ خریدنے پر بھی بآسانی راضی نہیں ہوگا۔

بالکل اسی طرح ہر انسان اللہ جل شانہٗ کی بے مثل صناعی کے حوالے سے اپنی ذات میں منفرد حیثیت کا مالک ہے۔ ہم انسان اُس رب ذوالجلال کی عظیم قدرت کا نہایت نازک نہایت دیدہ زیب کرشمہ ہیں جسے اُس پاک ناموں والے رب نے کائنات میں ایک چھوٹے سے نمونہ کی طرح اپنے ہاتھوں سے خوبصورت عبارت کی شکل میں تحریر کیا۔ اگر ہمارا دل ایمان کے نور سے منور ہو تو اس خوبصورت عبارت کے معنی ہمیں سمجھ میں آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اہل ایمان اپنے اس خالق حقیقی کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر اس عبارت کے مفہوم کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو بالآخر ہر اہل ایمان پر یوں منطبق ہوتا ہے: ''میں اُس رب ذوالجلال اُس نہایت مہربان خدا تعالیٰ کے عظیم فن تخلیق کا بنایا ہوا فن پارہ ہوں''

نتیجتاً جتنا ہم اُس فن پر جو رب ذوالجلال نے ہماری ذات کی تخلیق کے حوالے سے ہم میں سمویا غور کرتے چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ فن کے اسرار ہم پر واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعینہٖ ان کی قدر و منزلت بھی ہمارے احساس میں بڑھتی چلی جاتی ہے اور ہم خود بھی ایک خوبصورت احساس میں مرتبت سے سرشار ہوتے چلے جاتے ہیں وہ احساس جو ہمیں دیگر تمام مخلوقات میں اشرف ہونے کے شرف کے ذریعہ عطا ہوا۔ اس کے زیر اثر ہم انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ [19] زمین پر اُس کے مہمانوں سے مخاطب ہونے کا درجہ پاتے ہیں اور ہم جنت کے حقدار ہوتے چلے جاتے ہیں۔

لیکن اگر ہماری ذات میں کفر شامل ہوجائے تو خدا تعالیٰ کے تمام پاک ناموں کے اوصاف ہماری نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں۔ ہمارے آگے ایک ناقابل بیان تاریکی کا پردہ تن جاتا ہے۔ اُسی

[19] مثال کے طور پر نماز اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہی ہے جس کے توسط سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے پاک کلام، اپنے پیغمبروں اپنی الہامی کتابوں کے حوالے سے ہم سے ہم کلام ہوتا ہے۔

فنکار کے فن پارے کی طرح کہ جس کا خالق اگر غیر معروف ہو تو اس کے فن کی طرف کون متوجہ ہوتا ہے اس کے فن کی باریکیوں کو کھوجنے کی زحمت کوئی کیوں کرے گا پس اسی طرح وہ تمام بے مثال فن اور درجہ کمال سے تحریر کی ہوئی عبارت کے الفاظ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ ماورائی تحریریں ہیں جنہیں مادہ پرست اتفاقی عمل پذیری کے دوران ہونے والے ردعمل کا نتیجہ قرار دیتے اور انہیں یکسر غیر اہم قرار دے دیتے ہیں گویا انہوں نے ہیرے کو محض ایک شیشہ قرار دے کر اس کی قدر و منزلت کو یکسر زیرو کر دیا۔ اس صورت حال میں انسان ایک بیکار زندگی کا بوجھ اُٹھائے ایک بے بس کمزور جانور کی مثل ہو کر رہ جاتا ہے جو اپنی دنیاوی ضروریات کی تلاش میں مارا مارا پھرتے پھرتے بالآخر مٹی میں مل کر خاک بن جاتا ہے۔ لادینیت وہ لعنت ہے جو ہماری فطرت کو تباہ کر کے ہمیں ہیرے سے محض کوئلہ بنا کر رکھ دیتی ہے۔

دوسرا نکتہ:

جس طرح خدائے لم یزل پر ایمان بنی نوع انسان کی روح پر اس مالک کل کے فرمودات کو آشکارا کرتا ہے۔ اُسی طرح یہ کائنات سے ماضی اور مستقبل کے دھندلکوں کو خارج کر کے اُسے بھی پُر نور بنا دیتا ہے۔ ہم اس نکتہ کے مفہوم کا اُس سچائی کے ساتھ تجزیہ کریں گے۔ جس میں سے میں اس آیت کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے گزرا۔

"اور اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا" نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف......"

(سورۃ البقرہ 2:257)

میں نے اپنے آپ کو ایک وادی کے دو پہاڑوں پر معلق پل کے مرکز میں کھڑا ہوا دیکھا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ اپنے دائیں طرف میں نے دور ایک مقبرہ دیکھا۔ اپنے بائیں طرف شدید اندھیرے کے باوجود میں نے چیختی چلاتی طوفانی موجوں کا شور سنا۔ پل کے نیچے دیکھنے پر مجھے ایک عمیق گہرائی منہ پھاڑے کھڑی نظر آئی۔ میں نے اپنی ٹارچ کی کمزور روشنی اس طرف ڈالی تو مجھ پر ایک خوفناک منظر منطبق ہوا۔ وہاں نیچے گہرائی میں بے پناہ شیر اور اژدھے اور کچھ اور کثیر الجثہ جانور منہ پھاڑ پھاڑ کر اوپر دیکھ رہے تھے میں جس طرف بھی ٹارچ سے روشنی ڈالتا ہر سمت میں وہی ایک جیسا دلخراش منظر تھا۔ میں نے سوچا کاش یہ ٹارچ میرے پاس نہ ہوتی میں کم از کم ان مناظر سے تو محفوظ رہتا" یہ سوچ کر پتہ نہیں کیا ہوا میں نے اس ٹارچ کو دور پرے پھینک دیا اچانک چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ جیسا کہ میں نے ٹارچ کو پھینکنے کی بجائے روشنی کا سوئچ آن کر دیا ہو۔ اب میں نے ہر شے کو اس کی قدرتی شکل میں دیکھا۔

میں نے دیکھا جسے میں ایک معلق پل سمجھ رہا تھا وہ ایک خوبصورت صاف ستھری شاہراہ تھی ۔ دور نظر آنے والا مقبرہ فی الحقیقت اونچائی پر واقع ایک سرسبز و شاداب باغ تھا جہاں کچھ اہل ایمان باجماعت نماز ادا کررہے تھے۔ وہ طوفانی لہروں کا شور درحقیقت ایک قریبی ضیافت ہال کا خوبصورت باغیچہ تھا جہاں کچھ لوگ چہل قدمی کرتے ہوئے باتیں کررہے تھے۔ وہ خوفناک اژدھے، شیروں جیسے درندے فی الحقیقت اونٹ اور گھاس چرتی ہوئی بھیڑ بکریاں تھیں...... میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے مجھے ایمان کی روشنی عطا فرمائی۔ اور میں یہ تلاوت کرتے ہوئے بیدار ہوا:

''اور اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا۔ نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف''۔

آیئے اس پر غور کرتے ہیں۔ یہ دونوں طرف ایستادہ پہاڑ زندگی کا آغاز اور انجام ہیں۔ زندگی موت اور پھر حیات بعد الموت کا سفر۔ معلق پل درحقیقت زندگی کا وہ سفر ہے جس کے دائیں ہاتھ پر ماضی اور بائیں ہاتھ پر مستقبل ہے۔ ٹارچ ہماری خود پرستی سے بھری انا ہے کہ جس کے ہاتھوں اپنی کامیابیوں پر مغرور ہوکر ہم خود پرستی کا شکار ہوتے اور خدا کی عطا کردہ فضیلتوں سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ عظیم الجثہ درندے درحقیقت دنیاوی واقعات اور مخلوقات تھے وہ تمام لوگ جو اپنی انا اور خود پرستی کے پرفریب ہتھکنڈوں میں بھٹک کر ایمان کی راہوں سے دور ہوگئے ہیں مجھے اس واقعہ کی پہلی صورت حال کے مطابق نظر آئے۔ جن کے پاس (ٹارچ کی) روشنی بھی مدھم تھی۔ اپنے نامکمل اور غیر پختہ علم کے باعث ایسے لوگ اپنے ماضی کو تاریکی میں دور سے نظر آنے والے مقبرہ اور مستقبل کو زبردست خطرات سے بھرپور طوفان کی شکل میں دیکھتے ہیں جو اتفاقات اور مواقع کا محتاج ہے۔ جب کہ ٹارچ کی روشنی میں انہیں واقعات اور مخلوقات خوفناک ہیولوں کے موافق نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں انہیں اُس سے بڑے دانا اور حکمت والے کے تابع فرمان رہ کر حق بندگی ادا کرنا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی موجودہ روش کے ہاتھوں درندوں کی شکل اختیار کرگئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔

''اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے رفیق ہیں شیطان، نکالتے ہیں ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف، یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے جو ہمیشہ رہیں گے ان اندھیروں میں''۔

(البقرہ 2:257)

مگر وہ لوگ جنہیں خدا کی ہدایت نصیب ہوجائے جو فرعون جیسی انا اور خود پرستی چھوڑ کر اپنے دلوں کو ایمان کی کرنوں سے منور کرتے ہوئے احکامات الٰہی کو تھام لیں۔ پس اُن کی حالت میری اُسی

دوسری صورت حال کے مشابہہ ہو جائیگی۔ ان کی دُنیا اچانک نور کی روشنی سے بھر جائے گی اور ان پر قرآن مجید کے الفاظ بھرپور انداز میں آشکارا ہو جائیں گے:

''اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی''۔

(النور 24:35)

ایسے لوگ جب دل کی آنکھ سے دیکھیں گے انہیں ان کا ماضی ایک خوفناک مقبرہ کی مانند نظر نہیں آئے گا اس لئے کہ ماضی میں گزری ہوئی ہر ایک صدی کسی پیغمبر، کسی اولیاء اللہ کے ذریعہ پھیلائے جانے والے احکام الٰہیہ کی صداؤں سے مزّین رہی ہے۔ کہ جنھوں نے اپنی نیک اور پاک ارواح کے ساتھ ''اللہ و اکبر'' کی صداؤں کو زمانے بھر تک پہنچانے کی بھرپور مساعی کی۔ اپنے بائیں طرف دیکھتے ہوئے، اپنے ایمان کی پرکھ سے وہ صحیح اور غلط کی پہچان کر سکتے ہیں۔ انہیں درمیان کے اس جہان کے طوفان سے خوف نہیں آتا، اپنے ایمان کی روشنی میں انہیں اپنی آئندہ زندگی جنت کے باغات اور وہاں اپنے ہونے کا کیف صاف محسوس ہوگا وہ ان طوفانوں سے نہیں گھبرائیں گے انہیں پتہ ہوگا کہ طوفان، زلزلے، متعدی امراض اور ایسی متعدد دنیاوی آفات کے برپا ہونے کا بھی ایک مقصد ہے۔ جس طرح موسم بہار کی برساتیں اور آندھی طوفان اپنی تمام تر طولانیوں کے باوجود بہت سے مقاصد کو پورا کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں موت بھی اُس دائمی زندگی کی ابتداء اور قبر اس مسرتوں سے بھرپور ابدی زندگی کا گیٹ وے محسوس ہوتی ہے۔

تیسرا نکتہ:

ایمان نہ صرف نور ہے بلکہ طاقت بھی ہے۔ وہ جو دل کو سچے ایمان کی ضوء سے منور رکھتے ہیں۔ دُنیا کو چیلنج کر سکتے ہیں اور اپنے ایمان کے تناسب کی حد تک آفات اور حالات کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو سکتے ہیں اپنے خدا پر مکمل بھروسہ رکھتے ہوئے پہاڑ جتنی اونچی لہروں والے حالات کے سمندر میں سے وہ اپنی زندگی کا جہاز نہایت مضبوطی اور عزم کے ساتھ بہ حفاظت نکال لے جاتے ہیں۔ وہ زندگی کا سفر اپنے آخری لمحے تک نہایت پرسکون اور مطمئن انداز میں طے کرتے ہیں، قبر ان کے لئے ایک آرام گاہ بن جاتی ہے۔ جہاں سے وہ رحمتوں کے سائے میں دائمی قیام کے لئے جنت کی طرف پرواز کر جائیں گے اگر وہ خدا کی ذات پر ایمان نہ رکھتے تو ان کی دنیاوی زندگی کے دباؤ انہیں گمراہی کے پاتال تک پہنچا دیتے۔

پس ایمان اُس کی بڑائی کے سامنے سر جھکا دینے، اس کی رضا پر راضی رہنے کا نام ہے۔ جس کا تقاضہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور ہر وقت جھکا رہے کہ جس کے عوض خدا اُسے اس دنیا میں بھی

خوشیوں سے مالا مال کر دے گا۔ تاہم اللہ پر بھروسہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں لینا چاہئے کہ بندہ علت اور معلول (Cause and effect) کے سلسلہ کو یکسر نظر انداز کر دے حالانکہ اس کا درست مطلب یوں ہے کہ بندہ علت یعنی اسباب کو اللہ کے ہاتھ کی قدرت سے تعبیر کرے اور پھر ان کے اثرات کے وقوع پذیر ہونے کو اللہ تعالیٰ کی مرضی سمجھتے ہوئے تہہ دل سے قبول کرے جو ایک عملی عبادت کے مترادف ہے۔ تاہم اپنی خواہشات کا اپنی مرضی کے مطابق حل سوچ لینا کافی نہیں ہمیں خدا پر صحیح ایمان رکھتے ہوئے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان کا نتیجہ بہرحال خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آئے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب پر قادر ہے وہی ہے جو نتائج عطا کرتا ہے پس ہمیں ہر حال میں اُسی کا شکر گزار رہنا چاہئے۔

سچائی اور اللہ پر بھروسے کے معنوں کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے یہ حکایت ہماری مدد کر سکتی ہے:

ایک دفعہ دو آدمی اپنے اپنے سروں پر بہت سارا سامان اُٹھائے ہوئے ایک بحری جہاز پر سوار ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے جہاز کے عرشے پر پہلے پہنچ کر اپنے سامان کو سر سے اُتارا۔ عرشہ پر رکھا اور اس کی حفاظت کی خاطر اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ بعد میں پہنچنے والا شخص اُس سامان کو سر پر ہی اٹھائے رہا۔ اِس شخص کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنا سامان اتار کر تختے پر رکھے مگر اُس نے اس ہدایت پر عمل پیرا ہونے کی بجائے اس جواب کے ساتھ انکار کر دیا کہ: ''میں اسے نیچے نہیں اتاروں گا کیونکہ یہ گم ہو سکتا ہے اور پھر میں ابھی اتنا مضبوط اور توانا ہوں کہ اسے سنبھال سکتا ہوں''۔ اُسے بتایا گیا تھا:۔

یہ شاہی بحری جہاز نہایت مضبوط جہاز ہے تمہارے سامان کو اس پر رکھنے میں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوسکتا یہ تمہیں اور تمہارے سامان کو زیادہ بہتر انداز میں سنبھال سکتا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ دوران سفر تم تھک جاؤ اور پھر غنودگی کے عالم میں اپنے سامان سمیت سمندر میں جا گرو۔ تمہاری طاقت آہستہ آہستہ کمزور پڑتی جائے گی۔ جب کہ تمہارے سر پر دھرا ہوا سامان تمہیں ہر لمحہ بھاری سے بھاری محسوس ہوتا چلا جائے گا؟ پھر جہاز کے کپتان نے تمہیں اگر اس حالت میں دیکھ لیا تو وہ تمہیں پاگل سمجھتے ہوئے جہاز سے باہر نکال دے گا۔ یا پھر یہ سمجھتے ہوئے کہ تم کو اُس کے جہاز پر بھروسہ نہیں یا یہ کہ تم جہاز راں کا مذاق اُڑا رہے ہو تمہیں قید کرنے کا حکم بھی دے سکتا ہے۔ نہ صرف تمہیں پابند کر دیا جائے گا بلکہ تم لوگوں کی تضحیک کا نشانہ بھی بن جاؤ گے۔ تمہارا بے جا غرور ظاہر کرتا ہے تم اتنے طاقت ور نہیں بلکہ کمزور ہو۔ تمہارا تکبر تمہاری کم ہمتی کو ظاہر کر رہا ہے اور تم نے لوگوں کو خود پر ہنسنے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ دیکھو لوگ کس طرح تم پر ہنس رہے ہیں'' نصیحت بھرے یہ الفاظ اس آدمی کی سمجھ میں آ گئے اور وہ مشکور ہوتے ہوئے کہنے لگا: ''خدا تم پر مہربان ہو۔ میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے قید ہونے اور لوگوں کی تضحیک کا نشانہ بننے سے بچا لیا ہے۔''

پس تو دوستو! خدا پر بھروسہ رکھو اور ہوش میں آؤ جس طرح اس حکایت میں بیان کئے گئے دوسرے آدمی نے کیا تھا۔ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے خود کو بہت سی مصیبتوں اور دُنیا میں ہونے والے ہر واقعہ پر کانپنے اور خوفزدہ ہونے اور مخلوق کے سامنے گڑگڑانے سے بچالو۔ یہ تمہیں نہ صرف خود پسندی، مضحکہ خیزی، زندگی کے دباؤ سے بلکہ آخرت کے عذاب سے بھی بچالے گا۔

چوتھا نکتہ:

ایمان ہی بنی نوع انسان کو وہ درجہ وہ رتبہ عطا کرتا ہے کہ ہم مخلوقات میں اشرف المخلوقات کہلانے کے لائق ہوسکیں۔ پس اللہ پر ایمان اور اس کی بندگی کرنا ہی ہمارے اہم اور بنیادی فرائض ہیں۔ اس کے برعکس خدا پر ایمان سے انکار ہمیں گمراہی کے تاریک گڑھوں میں پہنچا دیتا ہے جہاں بنی نوع انسان اشرف المخلوقات کی بجائے ایک بدترین وحشی درندہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اس سچائی کے ثبوت کے لئے وہ فرق ایک فیصلہ کن ثبوت ثابت ہوسکتا ہے جو جانور اور انسان کے معرض وجود میں آتے وقت دیکھا جاسکتا ہے۔ ایک گائے کا بچہ اپنی پیدائش کے چند لمحوں بعد اپنی زندگی کے معمولات مثلاً دوڑنا بھاگنا، دودھ پینا شروع کر دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے اُسے کہیں اور سے تمام تربیت فراہم کر دی گئی ہو۔ آئندہ چند دنوں یا چند مہینوں میں وہ جانور مخصوص حالات اور قوانین کے تحت اپنی زندگی کی ذمہ داریاں اُٹھانے لگتا ہے۔ چڑیا کا بچہ یا شہد کی مکھی کو اس دنیاوی زندگی میں شامل ہونے کے لئے صرف 20 دن کا وقفہ درکار ہوتا ہے۔ جب کہ انسان کے بچے کو اس مقام تک پہنچنے کے لئے 20 سال کا وقفہ درکار ہوتا ہے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کا بنیادی یا ان کا ضروری کردار کسی تربیت کسی ٹریننگ کا متقاضی نہیں اُنہیں کچھ سیکھنے، سائنسی تعلیم حاصل کرنے یا اپنی کمزوری اور بے بسی کے عالم میں مدد کے لئے کسی کو پکارنے جیسے عوامل کی ضرورت ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کی تخلیق کا مقصد ان مخصوص حالات کے دائرہ کار میں رہ کر اپنے فرائض کو بخوبی سرانجام دیتے چلے جانا ہے اور بس۔ اور شاید یہی اُن کا انداز عبادت ہے۔

جبکہ انسان اپنی پیدائش کے وقت اپنے ماحول اپنی زندگی کے بارے میں قطعاً لاعلم ہوتا ہے اور چونکہ یہ سب کچھ سمجھنے کے لئے 20 سال کا عرصہ بھی کم ہے یہ سمجھنے کے لئے ہم انسانوں کو مرتے دم تک سیکھنا پڑتا ہے۔ ہم بنی نوع انسان کس قدر بے بس اور کمزوریوں کے ساتھ اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں کہ ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر چلنے میں دو سال لگ جاتے ہیں۔ پندرہ سال کی عمر میں جا کر ہمیں اچھے اور برے کی تمیز حاصل ہونا شروع ہوتی ہے۔ معاشرہ میں رہتے رہتے کہیں جا کر ہم اس قابل ہوتے ہیں کہ جان پائیں کہ ہمارے لئے کیا سود مند اور کیا کیا نقصان دہ ہے! پس انسان

کے بنیادی اور باطنی فرائض میں علم حاصل کرتے ہوئے اس میں زیادہ سے زیادہ کمال حاصل کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے پیدا کرنے والے ربّ کی بندگی بجالانا شامل ہے۔ ہمیں ہر وقت اس سوال کا جواب کھوجتے رہنا چاہئے کہ کس کی مہربانی کے طفیل میری زندگی کا نظام اتنے بہترین انداز میں چلے جا رہا ہے؟ کس کی سخاوت اور مہربانی کے طفیل میں اتنی محبت سے تربیت پاتا چلا جا رہا ہوں؟ کون ہے جس کی مہربانی سے مجھے اتنی اچھی خوراک حاصل ہو جاتی ہے؟ ایسے اور بھی بہت سارے سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کریں تب ہمارا سر اُس معبود برحق کے سامنے جھک جائے گا وہی معبود جو ہماری تمام حاجتیں پوری کرتا ہے کہ جن میں سے ایک بھی ہم اپنی مرضی سے پوری نہیں کر پاتے۔ خدا کی محبت، اس کی سخاوت، رحم دلی، مہربانیوں کو سمجھنا اور اُس کے حضور اپنی بے بسی اور کمزوری کے لئے عاجزی کرنا دو ایسے پر ہیں جنہیں پا لینے والا مرتبہ کی اعلیٰ بلندیوں تک اُڑ کر جاسکتا ہے:۔ یعنی خدا کا حقیقی خادم بن کر۔

اور چونکہ اس دنیا میں ہمارے آنے کا مقصد علم کے ذریعہ کامل بننا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بندگی اور عبادت کرنا ہے اس لئے ہر شے فطرتاً علم پر انحصار کرتی ہے اور سچے اور حقیقی علم کی بنیاد، اس کا ماخذ، اس کی روشنی اور اس کی روح خدا تعالیٰ کے علم میں پوشیدہ ہے کہ جس کی اصل بنیاد ایمان ہے ایمان کے بعد خدا کی بندگی اور عبادت کی بجاآوری کے لئے نماز ہمارا بنیادی فرض ہے کیونکہ اپنی فطری کمزوری اور بے بسی کے سبب ہم ہمیشہ سے بدنصیبوں اور ان گنت دشمنوں کے نشانے پر رہتے ہیں اپنی غربت اور مفلسی کے باعث ان گنت مجبوریوں اور ضرورتوں کے ساتھ اُلجھتے رہتے ہیں۔

معصوم بچے اپنی ضرورتوں کو جنہیں وہ خود نہیں حاصل کر پاتے بول کر یا روتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ مانگنا یا رو کر فریاد کرنا دونوں ہی کمزوری کی زبان میں عرضداشت ہی ہیں۔ اسی طرح انہیں وہ مل جاتا ہے جو انہیں درکار ہوتا ہے۔ ہم انسان بھی بعینہٖ اُس پیارے سے بچے کی طرح ہی ہیں پس اپنی حاجت روائی کے لئے اُس مہربان نہایت رحم والے کے سامنے یا تو ہم فریاد کر سکتے ہیں یا دُعا مانگ سکتے ہیں تاکہ ہماری حاجات کی تشفی ہوسکے۔ اس کے عوض ہمیں اُس کے سامنے سر جھکانا چاہئے اس کے حضور شکر بجالانا چاہئے۔ وگرنہ ان ناشکروں کی طرح جو ہر شے پر اپنی عقلمندی اور طاقت کے گھمنڈ میں دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنی تمام ضروریات کو خود پورا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں بالآخر ان شرارتی بچوں کی طرح رو رہے ہوں گے جنہیں بھنبھناتی مکھیاں تنگ کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور بنی نوع انسان کی ناشکری انسان کی فطری ضروریات کے منافی ہے جو ہمیں سخت ترین سزا کا مستوجب بناتی ہے۔

پانچواں نکتہ:

ایمان حاصل کرنے بلکہ اُس پر راسخ ہونے کے لئے نماز نہایت ضروری ہے نماز ہماری روح کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ سبحانہ' و تعالیٰ فرماتا ہے۔

''تو کہہ (اے محمدؐ) پرواہ نہیں رکھتا میرا رب تمہاری اگر تم اس کو نہ پکارا کرو''۔

(الفرقان 25:77)

''اور کہتا ہے تمہارا رَبّ۔ مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو''۔

(المومن 40:60)

اگر لوگ کہیں کہ وہ کئی کئی دفعہ دُعا مانگتے ہیں مگر ان کی دعاؤں کا جواب تو کبھی نہیں ملا حالانکہ اس آیت میں جواب کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ تو انہیں بتائیں کہ کسی دعا کا جواب مل جانے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دُعا قبول ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہر دعا ہر پکار پر جواب دیتا ہے مگر جہاں تک اُس کی قبولیت کا سوال ہے اس کا ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت پر منحصر ہے۔ فرض کریں ایک بچہ جو بیمار ہے کسی ڈاکٹر سے کوئی خاص دوائی دینے کو کہتا ہے۔ اب ڈاکٹر پر منحصر ہے کہ وہ اُسے مانگی جانے والی دوائی دے دے اُس بچے کو اس دوائی سے کوئی بہتر دوائی تجویز کردے یا پھر کوئی دوائی بھی نہ دے۔ یہ سوچنا ڈاکٹر کا کام ہے کہ بچے کو دوائی کی ضرورت ہے یا نہیں یا کون سی دوائی زیادہ زُود اثر ثابت ہوگی۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ جو سب کچھ سننے سب کچھ جاننے والا ہے اپنے خادم اپنے بندے کی ہر دعا ہر پکار کا جواب دیتا ہے۔ اُسے اپنے حضور پیش ہونے پر اپنی قربت کا احساس بخشتا ہے۔ مگر اس کا جواب اس بندہ کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی دانش کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ عطا کردیتا ہے جو مانگا جائے یا جو اس کے لئے بہتر ہو یا پھر کچھ بھی نہیں۔

مزید براں نماز تو عبادت ہے اور عبادات کا صلہ تو اگلے جہاں میں ملے گا۔ فی الحقیقت نماز دنیاوی مقاصد کے لئے نہیں پڑھی جاتی کیونکہ یہ مقاصد نماز پڑھنے کی وجہ بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر برسات کے لئے دُعا کرنا ایک طرح کی عبادت ہے جو باران رحمت کی کمی کے سبب مانگی جارہی ہے تاہم اگر نماز پڑھنے کا مقصد ہی بارش ہونے کے لئے ہے تو ایسی نماز دعا تو ہے عبادت ہرگز نہیں کیونکہ ایسی عبادت اللہ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ مطلب برآری کے لئے کی گئی ہے۔

سورج کا غروب ہونا نماز مغرب کے وقت کو ظاہر کرتا ہے جب کہ سورج گرہن اور چاند گرہن

کے موقعوں پر الگ الگ طریقہ سے دُعا مانگی جاتی ہے۔ چونکہ یہ دونوں گرہن اللہ جل شانہٗ کی قدرت کے دو الگ الگ کرشمے دکھاتے ہیں اس لیے اللہ سبحانہٗ نے بھی اپنے بندوں کو ان مواقع کی مناسبت سے الگ الگ طریقوں سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس دعا کا سورج گرہن یا چاند گرہن کے ختم ہو جانے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ماہرین فلکیات گرہن شروع ہونے کی تاریخ وقت اور وقفہ کا اعلان پہلے ہی کر چکے ہوتے ہیں۔

خشک سالی اور دوسری کئی آفات کے دوران مانگی جانے والی دعائیں بھی ان مواقع کی مناسبت کے ساتھ الگ الگ طریق کے تحت ہیں۔ یہی وہ لمحات ہیں جب انسان اپنی بے بسی اور کمزوری کے شدید احساس سے مغلوب ہو کر اُن آفات سے بچاؤ کے لئے خود کو اپنے رب کی پناہ میں دے دیتا ہے اپنی التجاؤں سے اس کو مدد کے لئے پکار اُٹھتا ہے۔ اگر عبادات کے باوجود وہ آفت نہیں ٹلتی تو یہ مت کہو اللہ نے تمہاری فریاد تمہاری پکار کو نہیں سنا۔ بلکہ یہ کہو کہ دعا کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا (یعنی ابھی اور دُعاؤں کی ضرورت ہے) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی رحمتوں اور مہربانی کے صدقے میں وہ آفات ختم کر دیتا ہے۔ پس اس آفت کا ٹل جانا ہی ظاہر کرتا ہے کہ اب اس موقع کے لئے دُعا کی مزید ضرورت نہیں۔

ہمیں اپنی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہئے اپنی عبادت میں نہایت خلوص اور عاجزی کے ساتھ اللہ کے سامنے اپنی بے بسی، اپنی ناتوانی کا ذکر کرتے ہوئے اس کی پناہ مانگنا چاہئے۔ علاوہ ازیں ہمیں اس کی رحمتوں سے شاکی نہیں ہونا چاہئے۔

ہر مخلوق اپنے اپنے انداز میں اپنے خالق اللہ جل شانہٗ کی بندگی کا فرض بجا لاتی ہے۔ اس کائنات سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس جو کچھ پہنچتا ہے وہ مخلوقات کی عبادات ہیں۔ کچھ پودے نباتات اور حیوانات بار آوری کے جوبن پر پہنچ کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے پاک ناموں کی ® تعبیر بنتے ہوئے۔ اُس کی قدرت کے مظاہر کی جھلک بن کر حق بندگی ادا کرتے ہیں۔ بندگی کا ایک اور انداز بے بسی کے عالم میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور رجوع ہونا ہے۔ ہر ذی روح جاندار مصیبت اور پریشانی کے لمحات میں اپنی عبادت اپنی التجاؤں کے ذریعہ اپنے مالک حقیقی کی پناہ ڈھونڈتا ہے اور یہ دُعائیں ہیں جو ہمیشہ قبول ہوتی ہیں۔

بنی نوع انسان مختلف انداز سے دُعائیں کرتا ہے۔ مستعدی کے ساتھ، میلانِ طبع کے ساتھ زبان سے اور صمیم قلب کے ساتھ۔ ہم دُعاؤں سے خدا کی رضا حاصل کرنے کی مساعی کرتے ہیں۔

® مثال کے طور پر کسی درخت کسی پودے کا بیج فطری طور پر اُس درخت میں سے ہی اُگتا ہے اس طرح جانداروں میں اختلاط کے دوران انڈہ اور Semen فطری طور پر جانداروں کے وجود کے اندر بڑھوتری کرتے ہیں۔ ان کی بار آوری کا مکمل ہو جانا درحقیقت عبادت ہی ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہی وہ اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں ''پیدا کرنے والا'' اور ''پالنے پوسنے والا'' کا مظہر بنتے اور اس کی بندگی بجالاتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہم اسباب پر غور کرتے ہیں جو یقیناً کسی نتیجہ کے حصول کے لئے ہی واسطہ یا ذریعہ ہیں۔ بے شک ہم اسباب کی موافقت میں ہی عمل کرتے ہیں مگر اسباب کی عمل پذیری حسب منشا نتائج کی ضمانت نہیں۔ نتائج کے لئے منظوری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوگی کیوں کہ پھل پھول دینا اُس کی طاقت میں ہے ہم زمین میں ہل چلاتے ہوئے دُعا مانگتے ہیں۔ ہماری یہ دُعا بھی خدا کی رحمت کے دروازوں پر دستک دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ایسی دُعائیں یقیناً قبول ہوتی ہیں کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے پاک نام ''سب سے سخی'' جیسے وصف کو پیش نظر رکھ کر مانگی گئی ہیں دُعا مانگنے کا دوسرا انداز زبان اور قلب سے دُعا مانگنا ہے یہی دُعا مانگنے کا عام طریقہ بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خلوص دل سے کسی ایسی شے کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ سے دست بہ دُعا ہوتے ہیں جو ہماری پہنچ سے باہر ہے۔ اس کا سب سے اچھا ثمر جو ہمیں حاصل ہوتا ہے وہ یہ احساس ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری التجا کو سن رہا ہے۔ وہ ہمارے دلوں کا حال جانتا ہے۔ چونکہ ہر شے اُس کی دسترس میں ہے۔ اس لئے وہ حاجت روائی کرسکتا ہے۔ اور یہ کہ وہی ہے جو مصیبت میں ہمارے کام آتا ہے۔

پس اے کمزور انسان، دُعا کو کبھی نہ چھوڑنا کہ یہ رحمت کے دروازوں کی کنجی اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت تک رسائی کے لئے زبردست واسطہ ہے: اسے تھام کے رکھنا۔ اپنی دعاؤں میں تمام کائنات کی دعاؤں کو ہمیشہ شامل کرنا یہ کہتے ہوئے کہ ''اور ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں'' (فاتحہ 1:5) بنی نوع انسان کے لئے قابل تقلید نمونہ بن جانا۔

باب دوئم

(بنی نوع انسان کو درپیش رنج وغم اور خوشی سے متعلق پانچ آراء)

رب ذوالجلال نے بنی نوع انسان کو بہترین ترتیب کے ساتھ بنایا۔ اُسے اس جہان، اس امتحان گاہ میں روانہ کردیا گیا جہاں وہ یا تو اعلیٰ ترین مقام حاصل کرے گا یا پھر عمیق گہرائیاں اس کا مقدر بنیں گی۔ اُسے کیا کرنا ہے اُس کے لئے بنی نوع انسان کے سامنے دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ہمارا یہاں ہونا اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے سبب ہے کہ جس نے ہمیں تمام مخلوقات میں اوج کمال پر رکھا ہے۔

میں بنی نوع انسان کی عظمت اور اس کی پستی کو بیان کرنے کے لئے پانچ قسم کی آراء پیش کروں گا۔

(......مصنف)

پہلی رائے:

بنی نوع انسان اور دیگر حیاتیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ انواع واقسام کے دیگر جانداروں کی اکثر اقسام انسان کی ضرورت ہیں۔ ہماری ضروریات اور خواہشات کی حدیں پوری کائنات تک پھیلی ہوئی ہیں۔ پھول بھی ہماری ضرورت ہے اور موسم بہار بھی، باغات اور بہشت بھی۔ اللہ جل شانہٗ کا دیدار بھی ہماری طلب میں شامل ہے۔ کہ وہی ہمارا دوست اور مہربان ہے۔

ہم اپنے اس ہمدرد اور سدا مہربان دوست اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں اُس کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہتے ہیں کہ اُس کی پناہ حاصل کرسکیں۔ وہ جب اِس جہان کا دروازہ بند کرتا ہے تو ہمارے لئے اُس جہاں کا در کھول دیتا ہے جہاں ہم اس عارضی دنیا سے چلے جانے والے اپنے اکثر پیاروں سے جا ملتے ہیں۔

ہماری عبادت ہماری چاہت کا مقصود صرف اور صاف اُس سب سے اونچی شان والے رب ذوالجلال کو ہی ہونا چاہئے کہ جس کے ہاتھ میں تمام عالم کی بادشاہی ہے، جس کے قبضہ میں ہر ایک کی جان ہے جو ہر جگہ موجود ہے جس کی نظر سے کچھ بھی اوجھل نہیں، جو زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے

اور جو کسی کمزوری، کسی کمی کسی عیب کسی بھی نقص سے بالاتر ہے۔ کیونکہ وہی ہے جو کائنات کی وسعتوں تک پھیلی ہوئی ہماری ان گنت احتیاجات پورا کرنے کی قوت رکھتا ہے کہ جس کے علم اور قدرت کا چارسو احاطہ ہے پس وہی ہے جو مالک حقیقی اور عبادت کے عین لائق ہے۔

بندہ اگر اُس کی بندگی کرے گا تو اپنے رتبہ اور حیثیت کی بلندی پا کر دیگر مخلوقات سے برتر قرار پائے گا۔ اگر اُس کی عبادت اور بندگی سے منہ موڑ لے گا تو اپنی تمام حیثیت اور رتبہ سے محروم ہو کر ایک کمزور غلام اور نوکر سے بھی بدتر ہو جائے گا اگر تم خدا پر بھروسہ اور اس کی بندگی ترک کر کے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آ کر خود فریبی اور خود پرستی کا شکار ہو گئے تو تمہاری حیثیت انسان سے گھٹ کر نہ صرف ایک مکھی مچھر کیڑے مکوڑے سے بھی بدتر ہو جائے گی۔ بلکہ تمہارے گناہوں کا بوجھ ایک پہاڑ کی طرح بڑھ کر تمہارے لئے ایک جان لیوا عذاب کی شکل اختیار کر لے گا اس لئے کہ تمہاری زندگی کے دو پہلو ہیں ایک مثبت ایک منفی۔ تمہاری زندگی میں شامل اچھے اعمال، تعمیری انداز فکر تمہارے وجود کا مثبت پہلو ہے جب کہ اس کے برعکس منفی ہے جس کا انجام بالآخر تباہی و بربادی ہے۔

جہاں تک تمہارے وجود کا پہلا پہلو ہے تم ایک چڑیا، شہد کی مکھی، وغیرہ تک کا مقابلہ نہیں کر سکتے، تم ایک جالا بننے والی مکڑی، بھنبھناتی ہوئی مکھی سے بھی زیادہ کمزور ہو کیونکہ جو وہ کر سکتے ہیں تم نہیں کر سکتے۔ البتہ جہاں تک زندگانی کا دوسرا پہلو ہے اس میں تم پہاڑوں، زمین حتیٰ کہ آسمانوں تک کو بھی پیچھے چھوڑ سکتے ہو اس لئے کہ جو بوجھ تم اُٹھا سکتے ہو وہ تمام بوجھ وہ نہیں برداشت کر سکتے۔ جب تم کچھ اچھائی کرتے ہو یا کچھ تعمیر کرنے کا کام کرتے ہو تو اتنا کر پاتے ہو جس حد تک تم اونچے ہو سکتے ہو جہاں تک تمہاری قوت تمہارے ہاتھوں کی رسائی ہے مگر تمہاری بداعمالیوں اور جارحیت کی تو حد ہی نہیں۔ تم چاہو تو پہاڑوں اور آسمانوں کو پھلانگ سکتے ہو۔

لادینیت ایک برائی ہے کہ یہ بربادی کا عمل ہے جو حقیقت اور سچائی سے منکر ہے۔ بظاہر یہ ایک گناہ لگتا ہے مگر فی الحقیقت اس انکار میں مخلوق کی توہین، اللہ جل شانہٗ کے پاک ناموں اور ان سے وابستہ اوصاف حمیدہ کے معانی کو جھٹلانا اور انسانیت کی تذلیل کا پہلو نکلتا ہے کائنات میں مخلوق کے وجود کو ایک رُتبہ ایک مقام دے کر ایک مقدس فریضہ سونپا گیا ہے۔ مخلوق کا ایک ایک عضو اپنی خوبیوں اور اساس کی بناء پر اللہ جل شانہٗ کے مراسلہ کی شکل میں ہے۔ اُس کارگزاری کے آئینہ میں اُس سب سے زیادہ طاقت اور قدرت رکھنے والے کی شان اور عظمتوں کا عکس نمایاں ہوتا ہے۔ اس کی تعمیل اس کے فرض کی بجا آوری میں ہی یہ ثبوت پنہاں ہے کہ مخلوق اپنے خالق کی بے دام غلام ہے..... لادینیت اپنا شکار ہو جانے والوں کو بہکا کر نہ صرف انہیں تفویض کئے گئے ان فرائض سے غافل کر دیتی ہے بلکہ انہیں اُن کے اصل سے بے بہرہ کرتے ہوئے علت و معلول جیسی فضول اور بے مقصد گتھیوں میں اُلجھا

دیتی ہے جن کی حیثیت آفاقی حقیقتوں کے سامنے رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں۔

لادینیت خدا تعالیٰ کی ذات سے وابستہ اوصاف کو جھٹلانے کی ہرزہ سرائی کرتی ہے کہ جن کی جھلک کائنات میں موجود ہر شے میں آئینہ کی طرح صاف نظر آرہی ہے۔ یہ بنی نوع انسان کو اپنے مرتبہ اور درجہ سے گرا کر اُس کی حیثیت کمتر کیڑے مکوڑوں سے بھی بدتر کر دیتی ہے یہ انسان کو ایک بے مقصد شے جو ہر دم ٹوٹ پھوٹ اور فرسودگی کا شکار ہو بنا ڈالتی ہے۔ حالانکہ انسانیت درحقیقت وہ خوبصورت شاعری ہے جس میں اُس کی قدرت کے تمام رنگوں کا عکس جھلکتا ہے، اُس کی قدرت کا وہ کرشمہ ہے جس میں پودے کے بیج کی صورت مخلوق کے تسلسل کا راز پوشیدہ ہے۔ جسے خدا نے زمین پر اپنی نیابت کا شرف بخشا ہے۔ جو کائنات میں تمام مخلوقات سے زیادہ افضل زیادہ مشرف ہے، اس لئے کہ انسان نے اللہ کے اعتبار کا بوجھ اُٹھانے کی حامی بھر رکھی ہے۔

مختصر ترین الفاظ میں یہ کہ ایک گمراہ اور شیطان کا بہکایا ہوا انسان لاتعداد جرائم کا ارتکاب کر کے بے پناہ تباہی پھیلا سکتا ہے کیونکہ اُس میں اچھائی کا مادہ انتہائی محدود ہے۔ وہ ایک عمارت کو ایک دن میں تباہ کر سکتا ہے اُسے سو دنوں میں بھی تعمیر نہیں کر سکتا۔ تاہم اگر یہی آدمی اپنی انا اور خود پرستی کو دفن کر کے خود کو ہر بھلائی ہر مثبت اور تعمیری سرگرمی کے لئے اُس خالق دو جہان کی مرضی کے تابع کر لے برائی اور بربادی سے مُنہ موڑ کر اُس کی ذات سے معافی کا خواستگار ہو جائے۔ اللہ کا سچا خادم بن جائے تو اس کی حیثیت اس مثال کی سی ہو جائے گی جس کا ذکر خود خداوند تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کیا ہے۔ **"اور بچا دیا ہم نے ان کو جو یقین لائے تھے"۔ (النمل 27:53)** یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کی برائی کرنے کی صلاحیتیں تبدیل ہو کر اچھائی کی جانب رُخ اختیار کر لیتی ہیں انسان اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اچھے اعمال کا نمونہ بن جاتا ہے اور یوں بلند درجہ اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

پس اے غافل انسان۔ اللہ کی رحمتوں اور مہربانیوں پر غور کرو...... حقیقت میں اگر دیکھا جائے۔ تقاضائے انصاف تو یہ ہے کہ ہر گناہ کا حساب ایک ہزار گناہوں کے برابر لیا جانا چاہئے۔ وہ اس لئے کہ ایک برائی، ایک گناہ اپنے اندر ہزار برائیوں، ہزار گناہوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ اس ایک برائی، ایک گناہ کا ارتکاب معاشرہ میں ہزار برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ اُس ایک برائی سے ہزاروں لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ جب کہ ایک اچھا کام صرف ایک ہی کام ہو کر رہ جاتا ہے۔ مگر خدا کی رحمتوں پر غور کرو۔ وہ انسان کے ایک گناہ کو تو ایک ہی لکھتا ہے۔ مگر اُس کے ایک اچھے عمل، ایک نیکی کا بدلہ 10 گنا، 70 گنا، 700 گنا بلکہ بعض معاملات میں تو 7000 گنا تک دے دیتا ہے۔ یہی وہ باران رحمت ہے کہ جس سے ہم اندازہ لگاتے ہیں کہ دوزخ میں بھیجا جانا قرین انصاف ہے مگر جنت میں بھیجا جانا صرف اور صرف اُسی کی رحمت اور مہربانی کے سبب ہے۔

دوسری رائے:

بنی نوع انسان کے دو مختلف زاویۂ نگاہ ہیں۔ گویا ہر انسان کے دو چہرے ہیں۔ ایک چہرے سے انسان دنیاوی زندگی کی طرف متوجہ رہتا ہے جس کے پس منظر میں انسان کی خودغرضی کا جذبہ کارفرما ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان بنیادی طور پر ایک ناتواں مخلوق ہے۔ انسان کی مرضی ایک بال سے بھی زیادہ باریک اور اس کی طاقت محدودتر ہے۔ انسان کی زندگی کا دورانیہ بھی کم ہے جبکہ انسان کا جسمانی وجود اُس مادے کا بنا ہوا ہے جو لمحوں میں گلنے سڑنے لگ جاتا ہے۔ اپنی اس حالت کی وجہ سے ہم بنی نوع انسان کائنات میں پائی جانے والی کئی مخلوقات کے مقابلہ میں کمزورترین مخلوق ہیں۔

انسان اپنے دوسرے چہرے سے اُس دوسرے جہان یعنی آخرت کے بارے میں متفکر رہتا ہے اور اس کی فطری توجیہہ ہمارا اللہ تعالیٰ کا خادم ہونا ہے اللہ کے خادم ہونے کے علاوہ ہماری بے مائیگی اور بے بسی دیگر مخلوقات میں ہمیں اہمیت کا حامل بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت میں مفلسی اور ناتوانی کو شامل کر دیا ہے تاکہ بنی نوع انسان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کی قدرت، سخاوت اور فیاضی جھلکتی نظر آئے۔ پس انسان اپنے ایمان اور عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے طاقت کی دولت حاصل کر پاتا ہے۔

اپنی ساخت کے حوالہ سے بنی نوع انسان اور درخت کے بیج میں خاصی مشابہت ہے کہ دونوں خود اپنے نسلی تواتر کا باعث بھی ہیں۔ بیج کو اُس قوت اور صلاحیت سے بھرتے ہوئے تکمیل پذیری کا فریضہ سونپ دیا گیا ہے جس کے لئے یہی بیج تقدیر میں لکھے ہوئے پروگرام کے مطابق زمین میں پھوٹ کر پودے اور پھر تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جو درحقیقت اس کی اس بندگی کے طفیل ہے جو اُس بیج نے احکام الٰہی کی صحیح تعمیل کر کے بجا لائی ہے۔ اگر یہی بیج اپنی صلاحیت کو صحیح طور پر استعمال میں نہ لاتا تو اس پر لاتعداد منفی قوتیں حملہ آور ہو جاتیں اور یہ بیج پھوٹ کر تناور درخت بننے کی بجائے زمین کے اس شگاف میں جہاں اُسے بویا گیا گل سڑ کر خاک ہو جاتا۔ اگر یہی بیج اپنے لئے وضع کردہ قدرت کے قوانین کی تعمیل کرتا ہے تو پھر اللہ کی اس آیت کی تفسیر بن جاتا ہے:

> ”اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی، نکالتا ہے مردہ سے زندہ“۔
>
> (الانعام 6:95)

یہی پودا اُس مختصری جگہ سے ایک تناور، پھل دار درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جس کے ہر ہر پتے پر پھول اور پھل سے اس کے فطری خواص بعینہٖ عیاں اور نمایاں ہو جاتے ہیں۔

بنی نوع انسان کی طاقت اور تمام صلاحیتیں بھی اُسی پروگرام کی پابند ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کی تقدیر کی صورت مرتب کر رکھا ہے۔ اگر ہم اس تنگ و تاریک دُنیا میں قدرت کے بتائے گئے اصولوں کے عین مطابق عمل پیرا نہ ہوئے اور شیطانی خودغرضی اور نفسانی خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھٹک گئے۔ تو ہماری حالت اُس حکم عدولی کرنے والے بیج کے مماثل ہو جائے گی۔ ہماری یہ مختصر سی زندگی برباد ہو کر رہ جائیگی اور ہم اپنی بدقسمت روح پر شدید اور اذیت ناک روحانی بوجھ لادے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔

لیکن اگر ہم نے اپنی زندگی میں شامل صلاحیتوں کے اس بیج کو 'بندگی' کی سرزمین پر''اسلام' کے پانی اور''ایمان'' کے نور سے منور کر کے بویا اور قرآن میں دی گئی ''ہدایات'' کے مطابق اس کی آبیاری کی تو ہم ایک ایسا تناور درخت بن سکتے ہیں۔ جس کی شاخوں پر لگے ہوئے پھل اگلے جہان تک ہمارے ساتھ جائیں گے۔

ہم کائنات کا وہ شجر بن جائیں گے جس پر جنت کی مسرتیں اور خدا کی بے پناہ رحمتیں نازل ہوں گی۔

ہم بنی نوع انسان حقیقی ترقی کی یہ منازل اُسی صورت طے کر سکتے ہیں اگر ہم اپنی صلاحیتوں (عقل، قلب، روح، ارادہ) کو اپنی آفاقی زندگی کے لئے اس طرح مددگار بنالیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک اُسی ابدی آماجگاہ کے حصول کے لئے اپنی اپنی حیثیت میں بندگی کے لئے عمل پذیر ہو جائے۔ ہدایت سے بھٹکتے گمراہ لوگ جسے ترقی قرار دیتے ہیں وہ ہماری فطری صلاحیتوں کو نفسانی خواہشات، خودغرضی اور دنیاوی رنگینیوں میں غرق کر دینے کے سوا کچھ اور نہیں اور یہی فی الحقیقت تباہی اور تنزلی ہے۔ اس سچائی کا مجھے ایک دفعہ اس طرح اندازہ ہوا:

میں نے خود کو ایک دفعہ ایک ایسے شہر میں موجود پایا جو بڑی بڑی عمارات اور محلات سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا بڑی بڑی عمارات والے ایک علاقے میں ہر جگہ انسانی دلچسپیوں کے سامان سجے ہیں۔ ہر طرف تماشے ہو رہے ہیں۔ میں ایک عمارت کے قریب پہنچا۔ میں نے دیکھا اُس کا مالک اس کے مین پھاٹک کے پاس بیٹھا اپنے ساتھ بیٹھے اپنے کُتے کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس گھر کی عورتیں آتے جاتے مردوں کے ساتھ محوِ گفتگو تھیں۔ جبکہ نوجوان لڑکیاں چھوٹے بچوں کو کھیل کود میں لگائے ہوئے تھیں۔ اُس محل کے دربان کا رویہ قابل دید تھا وہ اس انداز سے برتاؤ کر رہا تھا کہ جیسے وہی اس عالیشان گھر کا اصل مالک ہے۔ میں نے محسوس کیا وہ عمارت بالکل خالی پڑی تھی۔ اُس کے اندر کوئی کام نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ اس گھر کے سارے مکین گھر کو فراموش کرتے ہوئے گھر سے باہر اپنی اپنی دلچسپیوں میں کھوئے ہوئے تھے۔

میں چلتا چلتا ایک اور عالیشان مکان کے سامنے جا پہنچا جہاں میں نے دیکھا گھر کا وفادار کتا دروازے کے باہر موجود تھا۔ دروازہ پر متعین دربان بھی ایک سنجیدہ متانت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا۔ محل کے اندر سکون سا تھا جسے محسوس کرتے ہوئے میں اندر داخل ہو گیا۔ مگر محل کے اندر زندگی کی چھل پہل جاری تھی گھر کے تمام مکین اپنی زندگی کی مختلف مصروفیات میں مصروف عمل تھے پہلی منزل پر کچھ لوگ گھر کی صفائی میں مصروف نظر آئے جبکہ دوسری منزل پر کچھ لڑکے اور لڑکیاں پڑھائی میں مصروف تھیں۔ گھر کی تیسری منزل پر خواتین خانہ کڑھائی بنائی میں مگن نظر آئیں جبکہ گھر کی آخری منزل پر گھر کا مالک ٹیلی فون کے ذریعہ ملک کے بادشاہ کے ساتھ مواصلاتی رابطہ رکھے ہوئے اُس سے اور مہربانی اور عنایات کی التماس کر رہا تھا کہ اُس کے گھر کے بہترین نظام کے ساتھ ساتھ اُس کے فرائض بھی بخوبی انجام پاتے رہیں۔ جنہیں سرانجام دینا اور تکمیل تک پہنچانا اُس نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ انہوں نے مجھے نہ دیکھا اور میں بھی چپ چاپ باہر آ گیا۔

اپنی سیر کے دوران میں نے شہر میں ہر جگہ تقریباً ایسے ہی مناظر دیکھے میرے دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ وہ پہلا محل جہاں میں سب سے پہلے گیا تھا خدا پر یقین نہ رکھنے والوں اور گمراہوں کی ملکیت تھا۔ جبکہ دوسرا محل ایک دیندار مسلمان خاندان کی ملکیت ہے یوں ہی چلتے چلتے مجھے ایک کونے پر ایک اور عالیشان مکان بھی نظر آ گیا جس کے دروازہ پر لگی ہوئے تختی پر لکھے نام کو دیکھ مجھے حیرت ہوئی اس پر ''سعید'' یعنی میرا نام لکھا ہوا تھا۔ میں نے اور قریب ہو کر دیکھا تو چمکتی ہوئی اُس تختی پر میری شبیہ اُبھری۔ حیران ہو کر پیچھے پلٹا تو میرے حواس بحال ہو گئے اور میں بیدار ہو کر اُٹھ بیٹھا۔

یہ شہر ہماری سماجی زندگی ہے اور وہ ملک ہمارا تہذیب وتمدن۔ ہر گھر ہر عالیشان محل ایک انسان ہے اور اُس میں بسنے والے مکین انسانی حواس اور اس کی جبلی استعداد ہیں (مثلاً آنکھیں، کان، عقل و دانش، قلب و روح، غصہ کی قوت اور نفسانی خواہشات) ہر حس اور ہر استعداد کو بندگی کے لئے تعمیل کا حکم سونپا گیا ہے اور اسی طرح خوشی اور غم کو محسوس کرنے کی حس بھی عطا کر دی گئی ہے۔ انسانی نفس، نفسیاتی ترغیبات، غصہ اور شہوانیت دروازے پر بیٹھے ہوئے کتے اور دربان کی مثال ہیں۔ جو انسانی محل کے مین گیٹ پر ایستادہ ہیں۔ گویا ان بہترین انسانی حواس اور استعداد کو نفس پرستی اور نفسانی خواہشات کے اس طرح زیر نگین کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بنیادی فرائض سے بھی غافل ہو گئی ہیں۔ یہ ترقی تو نہیں یہ تو تنزلی ہے جس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

تیسری رائے:

اپنی عملی صلاحیت جسمانی حرکات وسکنات سے ہم کمزور ترین جانداروں کی مثل ہیں مگر ایک

برداشت کر سکنے والے انسان کی حیثیت سے جو دُعا اور استدعا کر سکتا ہے ہم وہ باعزت مسافر ہیں جنہیں اس عارضی جہان میں چند روزہ زندگی گزارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہاں ہم اُس ان داتا کے مہمان ہیں جس نے اپنی فیاضی اور عطا سے اپنے انتہائی قیمتی کارناموں اور اپنے خدام کی ایک فوج ظفر موج کو ہمارے تابع فرمان بنادیا ہے۔ اُس نے اس عارضی قیام گاہ کو ہمارے آرام کے لئے اس قدر کشادہ اس قدر وسیع بنادیا ہے کہ ہم اس کے طول وعرض کو حد نگاہ تک محسوس کر سکتے ہیں۔ اس کی وسعتوں تک ہمارا گمان ہی جاسکتا ہے۔

اگر ہم دنیاوی عیش و آرام کے پیچھے لگ جائیں اور اپنی جسمانی اور باطنی صلاحیتوں کو ان کے حصول کے لئے خرچ کر دیں تو اس محدود صورت حال سے جلد اکتا جائیں گے۔ یہاں نہ صرف ہمارا دم گھٹنے لگے گا بلکہ ہمارے جسمانی اعضاء اور حواس روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ لیکن اگر ہم یہ جان لیں کہ ہم یہاں مہمان ہیں اور زندگیاں ان حدود و قیود کے اندر گزاریں جو ہمارے محسن ہمارے محترم میزبان نے، جس کی مہربانی اور عنایات کے طفیل ہم یہاں ہیں، ہمارے لئے طے کر رکھی ہیں تو ہم نہ صرف ایک خوش گوار زندگی گزار سکیں گے، بلکہ اس کی نگاہوں میں قدر و منزلت اور مرتبہ کے مستحق بھی ٹھہریں گے۔ اس کے اجر کے طور پر ہمیں اگلے جہان میں ابدی مسرت اور جنت کے آرام سے نوازا جائے گا۔ ایسی صورت حال میں ہمارے حواس اور ہمارے اعضاء ہمارے حق میں گواہی دے سکیں گے۔

ہمارے باطنی خواص ہمارے ساتھ صرف اس عارضی دنیا تک محدود نہیں بلکہ ان کا عمل دخل ہمارے ساتھ اگلے جہان تک ساتھ جائے گا۔ بنی نوع انسان میں ایسی بے پناہ استعداد اور اضافی حواس ہیں جو دیگر جانداروں میں ناپید ہیں۔ مگر زندگی کا جس قدر لطف جانور اُٹھاتے ہیں ہم بنی نوع انسان نہیں اُٹھا پاتے۔ اس دنیا کی ہر خوشی کے ساتھ غم اور تکلیف چمٹے ہوئے ہیں۔ کوئی راحت تکلیف اُٹھائے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ دُنیا کی ہر خوشی، ماضی کی دلخراش یادوں، مستقبل کے اندیشوں اور خوشی کے لمحات کے جلد ختم ہوجانے کے احساس تلے دب کر رہ جاتی ہے جب کہ جانور کسی دُکھ کے احساس، تفکرات اور مستقبل کے کسی اندیشے کے بغیر مسرت کے لمحات کو بھرپور انداز میں گزارتے ان سے لطف اُٹھاتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی بھی اسی طرح آرام سے گزارتے ہیں اور اپنے خالق کی بندگی کا فریضہ بھی بجالاتے ہیں۔

ہم بنی نوع انسان کو خالق کائنات نے بہترین انداز ترتیب سے بنایا ہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو اس دنیا کی دنیاوی زندگی کے تابع کر لیں تو ہماری حقیقت ہماری حیثیت ایک چڑیا ایک کیڑے سے بھی کم تر ہو جائے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں جن خوبیوں اور خواص سے نوازا گیا ہے وہ جانوروں سے

ہزار ہا گنا زیادہ بہتر اور مفید ہیں اس مثال سے اس کی وضاحت کرتے ہیں:

ایک امیر آدمی نے اپنے ایک خادم کو 10 اشرفیاں دے کر بازار روانہ کیا کہ وہ اس دولت سے اس کے لئے ایک خوبصورت لباس خرید کر تیار کروا کے لائے۔ اُسی آدمی نے اپنے ایک اور خادم کو ایک ہزار 1000 ہزار اشرفیاں دیں۔ اُسے ایک فہرست بتا دی جس میں لائی جانے والی بہت ساری اشیاء شامل تھیں۔ اوّل الذکر نے بہترین کپڑا خرید کر خوبصورت سلائی کروا کے اپنے مالک کے سامنے وہ لباس پیش کر دیا۔

موٴخر الذکر خادم نے یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس قدر ڈھیر ساری دولت کو انہی اشیاء کی خریداری کے لئے جن کے خریدنے کا حکم دیا گیا تھا۔ خرچ کرنا چاہئے ادھر اُدھر خرچ کرنا شروع کر دیا حد تو یہ کہ اس خادم نے اُس فہرست پر بھی غور نہیں کیا کہ جس میں اُس کے لئے واضح ہدایات موجود تھیں۔ کچھ دیر بعد اُسے پریشانی لاحق ہوئی جب اُسے کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اُس نے پہلے والے خادم کی نقل اُتارنے کی ٹھانی۔ ایک کپڑے کی دوکان پر لباس کے لئے کپڑا خریدا۔ بے ایمان دوکاندار نے خادم کی بدحواسی کو تاڑتے ہوئے انتہائی مہنگے نرخ پر اُسے گھٹیا کپڑا فروخت کر دیا جس سے لباس تیار کروا کر جب یہ خادم اپنے آقا کے پاس پہنچا تو اپنی حکم عدولی کی بناء پر نہ صرف اُسے مالک کی سرزنش سننا پڑی بلکہ سزا کا مستحق بھی ٹھہرایا گیا۔

بالکل اسی طرح ہماری روحانی استعداد، محسوسات، ہمارے حواس جانوروں کی نسبت کہیں زیادہ اعلیٰ اور برتر ہیں۔ مثال کے طور پر ہم ہر درجہ حسن کو دیکھ سکتے اس کی پہچان کر سکتے ہیں۔ خوراک میں شامل ہر شے ہر پھل کا ذائقہ الگ الگ محسوس کر سکتے ہیں۔ معمولی سی کھوج کے ساتھ بڑی بڑی حقیقتوں کا راز طشت از بام کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ...... مگر جانور ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔ ماسوائے فرائض کی سرانجام دہی کے حوالے سے وہ بھی چند ایک خصوصیات کے جو بڑے عظیم الجثہ جانداروں کو ودیعت ہیں۔ ہمارے حواس اور محسوسات جو ہمارے دماغ اور سوچ سے اور زیادہ جلا پاتے ہیں خود کو اور زیادہ استعداد کا طالب پاتے ہیں، ہماری ضروریات نے ہمیں مختلف محسوسات کے گرد گھومنے کا پابند بنا دیا ہے اس لئے ہم بہت سی مخصوص ضروریات کے تابع ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سمو لینے والی انسانی فطرت کے سبب ہماری خواہشات نت نئے مقاصد کے گرد گھومتی رہتی ہیں۔ ہمارے بنیادی فرائض کا دائرہ کار وسیع ہو جانے کے سبب بھی ہمارے حواس اور ہماری استعداد کے لئے بہت زیادہ توسیع کا شکار ہونا لازمی ہو گیا ہے۔ مزید براں یہ کہ پرستش کی طرف مائل ہونا چونکہ ہماری جبلت میں شامل ہے اس لئے ہم اپنی ہر استعداد کو کاملیت (Perfection) حاصل کرنے کے لئے ہمہ وقت استعمال کرتے رہتے ہیں۔

اتنی عمدہ استعداد اور اتنی فراخدلی سے عطا کئے جانے والے خواص ہمیں اس لئے عطا نہیں کئے گئے تھے کہ ہم انہیں اس غیر اہم، عارضی دنیاوی زندگی کی تعیشات کے حصول کے لئے خرچ کر ڈالیں۔ حقیقت میں ان تمام کا ہم بنی نوع انسان کو عطا کئے جانے کا بنیادی مقصد ہمیں ہمارے ان فرائض کی پہچان کروانا ہے کہ جن کے ساتھ ہمارے بے پناہ مقاصد کی تکمیل وابستہ ہے۔ مثلاً ہم اپنی بندگی اور عبادت کے ذریعہ اللہ کے حضور رو رو کر اپنی ناتوانی مفلسی اور ناداری بیان کریں تا کہ ہم اس کی رحمتوں کو حاصل کر سکیں، اپنی سوچ کو وسعت دینے اور جاننے جیسی دولت کو حاصل کرنے کے لئے علم حاصل کریں، اللہ جل شانہٗ کی عظمت کو اجاگر کرنے والی مخلوق بنیں۔ تہ دل سے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی تعظیم بجا لائیں کہ جس کی مدد اور سخاوت کے طفیل ہم زندہ ہیں، اس کے کرشموں پر غور کریں اور مخلوقات کی شکل میں اس کی قدرت کے بے مثال کارناموں سے اُس کی قدرت اور طاقت کا اندازہ لگائیں، اس کے خبردار کرنے والے احکامات کو سمجھیں تا کہ اس کے عتاب سے بچ سکیں۔

اے دنیاوی خواہشات کے پجاری اور اپنی تخلیق کا مقصد فراموش کر دینے والے غافل انسان۔ مجھے خود ایک دفعہ اس دنیاوی زندگی اور اس کی حقیقت کا اندازہ اس طرح سے ہوا:

اپنے مالک کے ایک حکم کو بجالانے کے لئے مجھے اس کے حکم پر شہر سے باہر سفر کرنے کا موقع ملا۔ اُس نے تھوڑے تھوڑے کر کے مجھے سونے کے ساٹھ سکے زادِ راہ کے لئے دیئے۔ میرا سفر جاری رہا اور بالآخر ایک دن میں ایک سرائے پر آرام کے لئے جا ٹھہرا۔ غیر سنجیدگی کی حالت میں یہاں صرف ایک رات میں جوئے میں دس قیمتی اشرفیاں گنوا بیٹھا اگلی صبح مجھے احساس ہوا کہ میری باقی پونجی میرے سفر اور دوران سفر میرے اخراجات کے لئے قطعاً کافی نہ ہو سکے گی میں اس بات پر بہت پریشان ہوا۔ اس عارضی اور لغو خوشی کے عوض جو رنج اور مصیبت مجھ پر سوار ہوگئی تھی میں اُس سے خاصا پریشان تھا اسی دوران کسی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم اپنا جو کچھ گنوا چکے ہو اس پر تمہیں سزا ضرور ملنی چاہئے۔ اب تم بغیر پیسوں کے کس طرح اپنی منزل پر پہنچو گے۔ تاہم اگر تم اب بھی اپنا دماغ استعمال کرو تو توبہ کے دروازے بند نہیں۔ تمہیں ضائع ہو جانے والی رقم کی کٹوتی کے بعد جو رقم باقی ملے گی اُس کا نصف سنبھال کر رکھنا اور اُسے منزل پر پہنچ کر اپنی ضروریات کے لئے خرچ کرنا''

میرے اندر سے مجھے اس تجویز کے نا عمل ہونے کا تاثر ملتا دیکھ کر اُسی خیر خواہ نے مشورہ دیا ''چلو تیسرا حصہ بچالو' یہ بھی ممکن نہ تھا چنانچہ اُسی آواز نے دوبارہ مجھے کہا ''چوتھائی ضرور بچا لینا'' میں جانتا تھا کہ میرا اندر اس بات پر آمادہ نہیں ہوگا میں نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ شخص مایوس ہو کر چلا گیا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ میں جس تیز رفتار ریل گاڑی میں سفر کر رہا ہوں وہ ایک سرنگ میں داخل ہوگئی ہے میں بھی گھبرا گیا مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اب میں نے ٹرین کی کھڑکی کے

باہر کے منظر کو دیکھنے کی کوشش کی۔ مجھے نظر آیا سرنگ کی دیوار کے ساتھ ساتھ خوبصورت پھول تھے۔ کچھ پودوں پر پھل بھی اُگے نظر آئے۔ میں نے بیوقوفی میں ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر ایک پھول حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مگر پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی تھے۔ میں جس پھول کو پکڑنے کی کوشش کرتا وہ میرے ہاتھ سے پھسل کر نکل جاتا۔ ریل گاڑی کی تیز رفتاری کے سبب میں ایک بھی پھول نہ توڑ سکا مگر کانٹوں نے میرے ہاتھ کو بری طرح زخمی کر دیا اور میرے ہاتھوں سے خون رسنے لگا۔

اچانک ٹرین کے گارڈ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُس نے مجھ کو کہا ''پانچ سینٹ دو جتنے بھی پھول اور پھل تم چاہو میں تمہیں دے دیتا ہوں'' وگرنہ تمہیں ان زخمی ہاتھوں سے ایک سو 100 سینٹ بھی بطور جرمانہ دینا ہوں گے علاوہ ازیں پھول بغیر اجازت توڑنے کی سزا بھی ملے گی''

حسرت اور یاس کے عالم میں میں نے چلتی ہوئی ٹرین کے باہر نظر دوڑائی کہ جانے سرنگ کب ختم ہوگی مگر سرنگ تھی کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔ سرنگ کی دیواروں میں وقفے وقفے کے ساتھ کچھ کشادہ سوراخ تھے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب کوئی سوراخ سامنے آتا ٹرین کے مسافروں کو اٹھا کر ان میں پھینک دیا جاتا۔ اچانک میری آنکھوں نے ایک سوراخ دیکھا جس کے دونوں اطراف قبر کی طرح کتبہ لگے ہوئے تھے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو میں نے دیکھا اس پر میرا نام ''سعید'' لکھا ہوا تھا۔ میں نے یہ منظر دیکھتے ہی توبہ کا ورد زبان پر جاری کر دیا۔

غیر متوقع طور پر مجھے اُسی آدمی کی آواز سنائی دی جس نے مجھے سرائے میں ہدایت کی تھی۔ اُس نے مجھے کہا تھا ''اب تمہیں ہوش آ گیا ہے'' میں نے جواب دیا ہاں مگر مجھے اندازہ نہیں ہو رہا کہ میں اس پریشانی کے عالم میں کیا کروں۔ اُس نے پھر ہدایت کی کہ میں خدا سے معافی اور توبہ کا خواستگار بنوں جس کی میں نے حامی بھر لی''...... پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے اپنے اندر ایک نئے سعید کو پایا۔

اب میں اپنی اس آپ بیتی کی وضاحت کروں گا۔ یہ سفر ہماری زندگی ہے۔ ہماری ماں کی گود سے شروع ہونے والا سفر۔ جو ماں کی گود سے بچپن، لڑکپن، بڑھاپے، قبر، درمیانی وقفے کے بعد حیات بعد الموت اور پل صراط پر مشتمل ہے۔ ساٹھ سنہرے سکے دراصل عمر کے وہ سال ہیں جو ایک انسان کی اوسط عمر کے حساب سے اندازاً لگائے جاسکتے ہیں۔ میں اس وقت عمر کے پینتالیسویں سال میں تھا جب میں نے یہ منظر دیکھا تھا۔ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے کب موت آ جائے گی۔ اُسی اوسط عمر کے اندازے سے دس پندرہ سال کی زندگی باقی ہے۔ میں نے قرآن پاک کے اُس طالب علم کی ہدایت کو سینے سے لگا رکھا ہے میں نے طے کر لیا ہے۔ کم از کم اپنی زندگی کے باقی ماندہ سال تو میں ایسے کاموں میں شامل ہو کر گزار لوں تاکہ اپنی آخرت کا سامان کر سکوں۔

وہ سرائے جسے میں نے دیکھا میرا شہر استنبول تھا۔ ریل گاڑی زمانہ اور ہر ڈبہ ایک سال۔ وہ سرنگ درحقیقت یہ دنیاوی زندگی تھی، اور خاردار کانٹوں سے بھری ہوئی ٹہنیوں پر کھلے ہوئے پھول وہ ناجائز دنیاوی راحتیں تھیں کہ جنہیں پانے کے لالچ میں انسان کے ہاتھ خون سے رنگین ہو جاتے ہیں۔ جن کا آنکھوں سے اوجھل ہونا دل کو ملول خاطر کر دیتا ہے کہ جن کو حاصل کرنے کی کوشش پر بھی سزا ملتی ہے۔ ٹرین کے گارڈ کے الفاظ ''میں تمہیں جتنے پھول اور پھل چاہو دے دیتا ہوں'' کے معنی اب مجھے سمجھ میں آ گئے ہیں کہ جائز طریقہ سے جب ہر خوشی ہر راحت مل سکتی ہے تو پھر ناجائز ذرائع سے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کر کے بندہ مستوجب سزا کیوں ہو۔

چوتھی رائے:

ہم بنی نوع انسان اپنی فطرت کے حوالے سے نوزائیدہ بچوں کے مشابہ بھی ہیں۔ ہماری قوت ہماری ناتوانی میں ہے اور ہماری طاقت ہماری بے بسی میں پوشیدہ ہے۔ اسی کمزوری اور ناتوانی کے وصف نے مخلوقات کو ہمارے زیر نگیں کر دیا ہے۔ اگر ہم ہر وقت اپنی بے بسی کو یاد رکھیں اور اس کو دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے ہمیشہ دُعا گو رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار خادم بن جائیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے مدد کے لئے ہمیشہ دُعا مانگتے رہیں۔ تو گویا ہم اُس کی اس مہربانی پر کہ جس نے ہمیں ناتواں اور کمزور ہونے کے باوجود دیگر بے پناہ مخلوقات کو زیر نگیں کرنے کی توفیق بخشی، اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

تبھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی مہربانی اور قدرت سے ہمیں ہمارے مقاصد کو حاصل کرنے اور اپنی رحمتوں کے طفیل ہمیں ہماری منزل کو پا لینے میں کامیاب ہو جانے کی توفیق عطا فرماتا ہے جن کو اپنی ذاتی قوت کے بل پر حاصل کرنے میں ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ کبھی کبھی ہم اپنی کامیابی پر نازاں ہو کر اپنی اُس کامیابی کو اپنی طاقت اور صلاحیت پر محمول کر بیٹھتے ہیں حالانکہ یہ کامیابی اللہ تعالیٰ نے ہماری کسی ایسی دُعا کی مقبولیت کے نتیجہ میں عطا کی ہوتی ہے جو ہمارے دل سے نکل گئی ہوگی۔ ذرا غور کریں اپنے ناتواں چوزے کی پکار میں طاقت کا کتنا بڑا منبع پوشیدہ ہے کہ اس چوزے کی حفاظت کے لئے اس چوزے کی ماں محض ایک مرغی ہوتے ہوئے بھی حملہ آور بلی، کتے حتیٰ کہ شیر پر بھی جھپٹ پڑتی ہے۔ شیر کے ایک شیر خوار بچے کی کمزوری اور ناتوانی ایک طاقت ور شیرنی کو اس کے تابع فرمان بنا دیتی ہے۔ جو اپنے بچے کو خوراک مہیا کرنے کی خاطر خود بھوکا رہنا پسند کر لیتی ہے۔ اس جبلی ناتوانی اور بے بسی میں کتنی زبردست اپیل کا عنصر موجود ہے۔ تصور کیجئے ان رحمتوں کی برسات کا جو ان پر برستی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور ہمیشہ سر جھکائے رہتے ہیں۔

کبھی آپ نے غور کیا آپ کے اپنے پیارے بچے اپنی ضروریات کو اسی طریق سے پورا کرتے ہیں وہ روتے ہیں۔ اداس چہرہ بنا لیتے ہیں اور ان سے عمر میں کہیں بڑے ان کے ماں باپ نگران فوراً ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اگر یہ کمسن بچے اپنی ضروریات کو خود پورا کرنے کے لئے چل پڑیں تو کچھ بھی نہ حاصل کر پائیں گے۔ ان کی بے بسی۔ کمزوری، ناتوانی اور ان کے لئے ان کے بڑوں کی محبت اور ان کی نگہبانی کا جذبہ یہ سب اُن بچوں پر اتنی بڑی رحمت ہے کہ اُن کے ذرا سے پریشان ہونے سے اُن سے کہیں بڑے ان کے نگہبان اپنی بھوک پیاس اپنا چین آرام بھول کر اُن کی تکلیف رفع کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ تاہم اگر یہی بچے خودسری کریں اور اپنی ضروریات کو اپنی طاقت اور ہمت کے طفیل پورا کرنے لگیں تو پھر سزا کے حقدار بن جاتے ہیں۔ بعینہٖ ہم انسان جب اپنے خالق کی رحمت کو جھٹلاتے اُس سے انکار کرتے ہیں اور اس کی ناشکری کرتے ہوئے اپنی طاقت اور عقل کو اپنی کامیابیوں کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں تو ہماری حیثیت قارون کی طرح ہو جاتی ہے جس نے دعویٰ کیا تھا: **"بولا۔ یہ مال تو مجھ کو ملا ہے۔ ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے"۔ (القصص 28:78)**

یہ ثابت کرتا ہے کہ تہذیب و ترقی اور ٹیکنالوجی میں ہمارا کمال درحقیقت ہماری بے بسی اور کمزوری کے باعث ہے کہ جس کے طفیل ہمیں ہمارے مالک، ہمارے آقا ہمارے بہترین نگہبان اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مدد سے ہمیں سب کچھ مل جاتا ہے ہماری بے خبری اور لاعلمی کے باعث ہمیں باطنی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ہماری ضروریات ہمارے لئے اُس جل شانہٗ کی مدد کا سبب بن جاتی ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کا کرم، اس کی شفقت اور مہربانی، اس کے علم و دانش کے طفیل نہ کہ ہمارے اپنے علم اور ہماری اپنی طاقت کے زور پر، ہمیں دیگر مخلوقات اور بہت سی دیگر اشیاء کو زیرنگیں لانے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ یہ سب طاقت ہمیں اُس سب سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والے نے عطا کی ہے وگرنہ ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ آنکھوں جیسی نعمت سے محروم چھوٹا سا بچھو ہماری چیخیں نکلوا دیتا ہے۔ پاؤں جیسی نعمت سے محروم کیڑے جیسی خصلت والا سانپ ہمیں جان سے مار دینے کیلئے کافی ہے ہماری طاقت کا تو یہ عالم ہے کہ ہم اپنے بدن کو ریشم سے ملبوس کرنے کے لئے ایک چھوٹے سے کیڑے کے محتاج ہیں۔ ہماری ضرورت کے لئے شہد حاصل کرنے کیلئے ہمیں ڈنک مارنے والی ایک مکھی کی محتاجی کرنا پڑتی ہے۔

چونکہ یہی سچائی ہے لہٰذا اے لوگو اپنی خود پرستی تکبر اور اپنی طاقت کے گھمنڈ کو دفن کر دو۔ اپنے مالک حقیقی کے سامنے اپنی بے بسی اور ناتوانی کا رو رو کر اقرار کرو۔ اُس کے سامنے عاجزی سے

گڑگڑاؤ۔ اُسی سے رورو کر مدد کے طالب بنو اُسے جتادو کہ تم اُسی کے سچے اور فرمانبردار خادم ہو۔ پھر کہو: ''کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔'' (آل عمران 3:173)

اور اللہ کے سامنے سرخرو ہو کر بلند مرتبہ پاؤ۔

ایسا کبھی نہ کہنا ''ہم ہرگز اس قابل نہیں۔ آخر کیوں اُس علم و دانش کے مالک نے تمام مخلوقات کو ہم انسانوں کے تابع کیا اور ہمیں شکر ادا کرنے کا پابند بنا دیا؟''۔ بے شک بنی نوع انسان جسمانی ساخت اور ہیئت کے حوالے سے واقعی کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ مگر اپنے فرائض منصبی (اللہ تعالیٰ کا نائب ''خلیفہ'' ہونا) نے بنی نوع انسان کو اس کائنات کا پُر مغز مشاہدہ کرنے والا، مخلوقات کی زبانی رب ذوالجلال کی حکمت و دانائی کی توصیف کرنے والا مبلغ، کلام الٰہی میں بیان کی گئی حقیقتوں کی تشریح کرنے والا طالب علم، مخلوقات کی صنف میں اپنے خالق حقیقی کی حمد و ثناء میں سب سے آگے آگے رہنے والا بنایا ہے۔ پس اے بنی نوع انسان بے شک اپنی فطری کمزوریوں کے حوالے سے تم ایک کمزور مخلوق ہو اور اسی وجہ سے تم کائنات کی مخلوقات کے اتنے بڑے ہجوم میں ادھر سے اُدھر دھکے کھاتے پھر رہے ہو۔ تاہم اگر تم ایمان کی روشنی میں اپنے وجود کو مستحکم اور منور کر لو کہ جو خدائے لم یزل کی تابع فرمانی میں مضمر ہے اور جس کی ہدایت دین اسلام میں موجود ہے تو تم اپنی ذات میں وہ مرتبہ حاصل کر لو گے کہ تمہیں خدا تعالیٰ کے فرمانبردار، خادم ہونے کی حیثیت میں ایک بادشاہ سے زیادہ مقام حاصل ہو جائے گا۔ تمہاری ذات میں وہ کاملیت مجتمع ہو جائے گی کہ تمہارا مختصر وجود اور تمہارا مرتبہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا۔ تمہاری باطنی دنیا تم پر اپنی تمام تر وسعت کے ساتھ آشکارا ہو گی کہ تم پکار اُٹھو گے۔ ''میرے مہربان خدا نے پوری کائنات کو میرے لئے گھر بنا دیا ہے۔ میرے لئے اُس نے سورج اور چاند کو قندیل بنا دیا۔ موسم مجھے پھولوں بھرے گلدستے اور جانوروں کو میرا تابع فرمان خادم بنا دیا ہے۔ اُس نے میری گھریلو ضروریات کے لئے سبزیوں اور اجناس کی بہار اُگا دی ہے بے شک وہ پاک ذات ہی سب سے زیادہ تعریف کے لائق ہے''۔

مختصراً یہ کہ نفس کا غلام اور شیطان کا پیروکار بن کر بنی نوع انسان بربادی کے پاتال میں چلا جاتا ہے۔ جبکہ یہی انسان سچائی اور قرآن میں بیان فرمائی گئی حقیقتوں کا ادراک کر لے تو کائنات کی مخلوقات میں سب سے اعلیٰ رتبہ اور مرتبہ کا حقدار بن سکتا ہے۔

پانچویں رائے:

ہمیں یہاں ایک مہمان کی حیثیت سے ایک بہت بڑی خاص ذمہ داری کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہمیں بہت ساری استعداد دے کر ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی سختی سے تاکید بھی کی گئی

ہے۔ اگر ہم نے اس سے روگردانی کی تو ہم سخت سزا کے مستوجب قرار پائیں گے۔ انسان کو مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے فرمودات کا عملی نمونہ بن جانے کے لیئے میں انسان کو تفویض کردہ فرائض اور عبادات و بندگی کو مختصراً یوں بیان کروں گا:

ہماری عبادات اور بندگی کے دو پہلو ہیں۔ پہلا پہلو غور وفکر اور آگہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکا کر مخلوقات کی تخلیق کے اعلیٰ ترین مقاصد اور اس کے مظاہر قدرت میں اُس کی کاملیت پر غور وفکر کرتے ہوئے اس کی ذات کا شکر بجالاتے ہیں۔ ہم اوروں کی توجہ اللہ تعالیٰ کے پیچیدہ مگر نہایت اعلیٰ ترین فن کی جانب مبذول کراتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور ان سے وابستہ اعلیٰ ترین اوصاف حمیدہ ہیں جو صرف اُسی کے شایان شان ہیں کہ جن کی جھلک ہم اُس کے مظاہر قدرت میں دیکھتے ہیں اور اس کی تعظیم بجالاتے ہیں۔

تب ہم تخلیق کائنات، ارض وسماء اور مخلوقات پر غور کرتے ہیں کہ جن میں سے ہر ایک مراسلہ ربانی کا درجہ رکھتا ہے۔ ہم اس کے ساتھ نہایت ادب وتکریم کے ساتھ اُس کی اس عمدہ مہارت کو دیکھتے اور سراہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ اُس رب ذوالجلال نے مخلوقات کو تخلیق کیا۔ ہم مخلوقات کے خالق کے بارے میں اور زیادہ سے زیادہ جاننے کے لیئے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے حضور پہنچنے لئے آرزومند بھی کہ جہاں ہم اُمید کر سکتے ہیں کہ ہم اس کی رحمتوں کے سایہ میں ہوں گے۔

عبادت کا دوسرا پہلو نماز ہے جس کا مطلب اپنا رخ اپنے اس عظیم المرتبہ خالق کی طرف کر لینا ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اُس کے حیران کن کرشموں سے اُسے پہچانا جائے۔ نماز کے دوران اور اس کے بعد دعا کی صورت میں اپنے رب سے براہ راست التجا کر کے ہم اپنے دکھوں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں اس طرح ہم یہ جاننے لگتے ہیں کہ ہمارا رب رحیم چاہتا ہے کہ ہم اُس کی رحمتوں اور مہربانیوں کا شکر بجالاتے ہوئے اُس سے محبت کریں اور اس طرح اپنی تمام محبتوں کا رخ اس کی طرف موڑتے ہوئے خود کو اس کی محبت کا حق دار بنالیں۔

یہ جانتے ہوئے کہ وہ ہمارا مالک ہمارا پالنے پوسنے والا ہمیں قیمتی خوراک سے نوازتا اور ہم پر روحانی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے۔ ہم اپنے کاموں، اپنی کارگزاریوں، اپنے رہن سہن کے طریقوں حتیٰ کہ اگر ممکن ہو تو اپنے حواس ذہنی صلاحیتوں، عبادات اور اس کی حمد وثناء کے ذریعہ اس کے حضور اپنا سر جھکاتے ہوئے شکر بجالاتے ہیں۔ یہ جان کر کہ وہ پیکر حسن و جمال وہ سب پر قدرت رکھنے والا خود کو مخلوقات کے آئینوں اور مخلوق کو اپنی شان وشوکت اور کاملیت کا نظارہ کرواتا ہے۔ پس ہم پکار اُٹھتے ہیں۔ ''اللہ اکبرُ'' بے شک اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ تمام تعریف وتوصیف اُسی کی ذات کے

لئے ہیں اور اُس کے حضور سر بسجود ہو جاتے ہیں۔

اس احساس کے ساتھ کہ وہ بیش بہا خزانوں کا مالک اپنی فیاضی اور جود وسخاء کے ذریعہ اپنے کبھی نہ ختم ہونے والے خزانوں کو ضرورت مندوں ناداروں میں لٹاتا ہے،ہم اس کی حمد وثناء کرتے اور اس کے حضور گڑگڑاتے ہوئے اپنی ضروریات بیان کرتے اور حاجت روائی کے لئے دست بہ دعا ہو جاتے ہیں۔ہم یہ جان کر کہ اُس نے دنیا کو اپنی قدرت کے لاثانی مظاہر کے لئے نمائش گاہ بنایا ہم ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہہ اُٹھتے ہیں ''سبحان اللہ'' اُس رب ذوالجلال نے اپنی قدرت سے کیسے کیسے قابل دید عجائبات سوچے اور تخلیق کر دیئے ہیں۔ ان کی خوبصورتی کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں ''خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے'' اپنی حیرانگی کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ ''اللہ سب سے عظیم، اللہ سب سے بڑا ہے''۔

ہم دیکھتے ہیں وہ سب سے بڑی شان والا اپنی منفرد نشانیوں اور اپنے فرمودات سے، اپنی ان مٹ مہروں سے جو اس نے اپنی مخلوقات کے چہروں پر لگا دی ہیں اپنی قدرت اپنی یکتائی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ اپنی یکتائی کے نشان ہر شے پر ثبت کرتا ہے اور اپنی توحید اپنی وحدانیت کا جھنڈا پوری دنیا میں گاڑ کر اپنی عظمت اپنی بڑائی کا اعلان کرتا ہے۔ہم اپنے ایمان، یقین، اپنی تسلیم، اپنے اقرار اپنی عبادات کے ذریعہ اُس کی یکتائی اس کی وحدانیت پر ایمان لاتے ہیں اس کی شہادت دیتے ہیں۔

ہم ایسی ہی عبادت اور بندگی کے ذریعہ انسانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر سکتے ہیں۔ ہم یہ دکھا سکتے ہیں کہ ہم ایمان کے نور کی بدولت زمین پر اللہ کے بہترین نائب ہیں۔ اے غافل انسانو، تم جو اپنی مرضی کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنے مرتبہ سے گر گئے ہو۔ حالانکہ تمہیں بھی بہترین انداز میں تخلیق کیا گیا میری بات کو غور سے سنو اور دیکھو دُنیا کا یہ چہرہ کتنا بدصورت ہے جو خواہشات اور جذبات کی طرف بہالے جاتا ہے اور اس کے دوسرے رخ پر غور کرو جو عاقبت سنوارتا ہوا اُس دائمی جہان کی طرف لے جاتا ہے جہاں کی زندگی اور مسرتیں دائمی ہیں:

پہلا جدول

(یہ جدول گمراہ لوگوں کی ذہنی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے)

اے دنیا مجھ کو اپنی طرف مت بلا
میں تیری طرف آیا تھا۔
میں نے تجھ میں شیطانوں کو خون بہاتے پایا
میرے آگے لاپروائی کا پردہ تن گیا
سچ کی روشنی مجھ سے اوجھل ہوئی
میں نے دیکھا ہر اک شے میں خون
میں نے دیکھا ہر انسان کے سر پر خون سوار
ہر سو خطرے کی للکار
پھر میں نے اوڑھا بدن
پر نہ تھی زندگی وہ جو مجھ کو ملی
ہر طرف شام غم ہر ستم میں ستم
عقل پچھتاوا بنی تو دُکھ بنا ساتھی میرا
زندگی تھی ہواؤں کی مانند
جس کی لہریں من کی موج
کاملیت زیاں تھا جی کا
کام جتنے تھے سب بہانے تھے
سب ارادوں پہ خوف طاری تھا
ہر ملن میں چھپی جدائی تھی
ہر مسیحا کے ہاتھ میں خنجر
روشنی کھو گئی اندھیروں میں
دوست احباب اور رشتہ دار

دیکھتے دیکھتے
سب یتیم ہو گئے۔
ہر سو پھیلیں موت کی چیخیں۔
موت کی ماری
چلتی پھرتی زندہ لاشیں۔
علم پتھرا گیا۔
اتنی بیماریاں! کوئی درماں نہ تھا۔
ہر قدم، دم بہ دم۔
اک ستم اک الم، اک نیا رنج و غم
موت اور زندگی ایسے مدغم ہوئیں کچھ پتہ نہ ملا۔
جب جدائی کا غم۔
جاں میری بھر گیا تو ہدا وا ملا۔

جدول دوئم

(اہل ایمان کے حقیقی محسوسات)

مجھ کو پھر مل گئی روشنی کی کرن
زندگی کی کرن
راستی کی کرن
ہر طرف چار سو ہر گلی کو بہ کو
زندگی تو ہی تو۔
بندگی تو ہی تو۔
علم کے زور پر آگہی مل گئی۔
میں نے پایا سراغ اپنی ہی ذات کا۔
میری ''میں'' مر گئی اور میں زندہ رہا۔
میں نے سوچا تو پایا کہ وہ روشنی
موت تھی جو لگی، زندگی ہی تو تھی

کھل اُٹھے چار سو آگہی کے گلاب
مجھ میں روشن ہوا روح کا آفتاب
روشنی روشنی ہر طرف چار سو۔
ہر گلی کو بہ کو۔
زندگی کی جھلک، آگہی کی مہک۔
آج مجھ کو ملا زندگی کا پتہ۔
زندگی ہے عمل
زندگی حسن ہے۔
جو سدا سے ہی ہے اور رہے گا سدا۔
موت میں بھی چھپی ہے نئی زندگی جو نہیں ہے سراب
یہ نئی زندگی، بندگی، بندگی۔
میری آنکھوں کے آگے جو پردہ سا تھا وہ نہ باقی رہا۔
میرے کانوں نے بھی زندگی کو سنا۔
ہر جرس ہر صدا۔
لا الٰہ۔ لا الٰہ۔
ہر کلی، پھول، کونپل، مہکتی فضا۔
بس اُسی کی ضیاء بس اُسی کی ثناء
اب مجھے زندگی۔
اب مجھے مفلسی بھی خزانہ لگی۔
مجھ کو وہ مل گیا۔
مجھ کو سب مل گیا، میں اکیلا نہ تھا!
آج وہ ساتھ تھا میرے، میرا خدا
جو ازل سے ہے، میرا پیارا خدا
جس کی ہر شے بنی اب خزانہ میرا۔
میں جو کچھ بھی نہ تھا۔
میں اُسی کا ہوا مجھ میں وہ کھو گیا۔
وہ ہی آقا میرا۔

وہ ہی ملجا میرا۔
میں اکیلا نہیں۔
میں اکیلا بھی ہوں تو کوئی غم نہیں۔
کوئی اُفسردگی۔
اب نہیں رنج وغم، اب نہیں یہ الم۔
وہ جو گھائل تھا میں رنج سے چور تھا۔
اپنی جھوٹی انا کا اُٹھائے علم۔
وہ فقط خواب تھا اک سراب تھا۔
کل کا اسباب تھا۔
جس کی چاہت میں، میں خوب مخمور تھا۔
زندگی تو نہ تھی،
میں ہی رنجور تھا۔ میں بہت دور تھا۔
آج میں ہوں میرا کل کہیں مر گیا۔
اب خدا ہے میرا زندگی ہے مری
مجھ کو کچھ غم نہیں۔
ہر خوشی ہے مری۔
ہر طرف چار سو نور ہی نور ہے
ہر طرف ہے وہی
ہر طرف روشنی
ہر کلی ہر نفس، ہر گلی ہر قفس
بس وہی نور ہے۔
اس کا ہی نور ہے۔
وہ ہے میرا خدا جو
رہے گا سدا!!
اب نہیں کوئی غم۔
زندگی مل گئی۔ آگہی مل گئی۔
اب کوئی غم نہیں۔

اے ہمارے رب۔ ہمیں آ گہی دے جو علم تو نے ہمیں سکھایا ہے اُسے ہمارے سینوں میں محفوظ رکھ۔ بے شک تو ہی دانا تو ہی حکمت والا ہے۔ اے میرے رب۔ میرے دل و دماغ کو الجھنوں سے پاک کر دے۔ میرا کام آسان فرما، اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ میرے الفاظ کو سمجھ سکیں۔

اے اللہ۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر اپنی برکت اور رحمتیں نازل فرما کہ جس نے چارسو دین الٰہی کی روشنی پھیلائی جس نے چارسو تیری یکتائی کا اعلان کیا کہ تیرے سوا کوئی معبود، کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ تیرا ہی نور ہے جو ہر طرف ضیاء پھیلا رہا ہے۔

اے اللہ اپنے پیارے نبی کے صدقے میں مجھے تمام خوف تمام رنج واَلم سے بچا۔ مجھے گمراہی کی پستی میں گرنے سے بچا۔ میرے غموں کو ختم کرتے ہوئے میری روح میرے خیالات کو پاک کر دے۔ اللہ مجھے توفیق دے کہ میں ہمیشہ تیرا نام لیوا رہوں۔ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ اے اللہ مجھے نفس کا غلام نہ بننے دینا میری آنکھوں کے آگے خود فریبی کا کوئی پردہ نہ تننے دینا۔ اے اللہ مجھ پر میری ہستی کا پردہ فاش کر دے۔ یا حیّ و یا قیوم۔ یا حیّ و یا قیوم۔ یا حیّ و یا قیوم۔ اے ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے تمام اہل ایمان پر، قرآن پاک کی سچائیوں کے تمام علمبرداروں پر اپنی برکتیں اپنی رحمت نازل فرما۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرما کہ تو ہم سب کا رب ہے اور تیرے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔ ہم پر رحم فرما۔ ہم پر کرم فرما۔ آمین

Note

کچھ بدیع الزماں سید نورسی کے بارے میں

وہ شخص جو اپنی بصیرت اور بے پایاں علم کے سہارے قرآن پاک کی تفسیر اور مستند حوالہ جات سے اللہ اور اس کے دین کی عظمت کی شہادت پیش کرنے کی جرأت، بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق کی طرف بلائے وہ یقیناً مجاہد اور اس کا جہاد افضل ترین ہے۔ ایسا شخص جسے قید و بند اور جلا وطنی کی صعوبتیں، حکومتی جبر و استبداد اور پُر تشدد و فسطائی اور جان لیوا سازشوں کا جال متزلزل نہ کر سکے، جس نے ڈیتھ سکواڈ کے سامنے کلمہ حق کو بلند کیا وہ ''سیّد نورسی'' ہے۔

سیّد نورسی آج سے تقریباً سوا صدی قبل 1873ء میں ترکی کے علاقہ مشرقی اناطولیہ کے ایک گاؤں ''نورس'' میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے نورسی مشہور ہوئے۔ وہ اپنی ابتدائے عمر میں بے پناہ ذہانت اور فوراً ازبر کر لینے کی زبردست صلاحیت کے طفیل اساتذہ کے نورِ نظر ٹھہرے۔ سولہ سال کی عمر میں انہوں نے دورانِ مناظرہ اس وقت کے کئی جید علما کو اپنے پُر مغز دلائل سے لاجواب کر دیا۔ ایسے مواقع بار بار آئے تو ترکوں نے انہیں ''بدیع الزماں'' یعنی زمانے کا اعجاز کا لقب عطا فرمایا۔

بدیع الزماں سیّد نورسی کا خیال تھا کہ جدید علوم کی درسگاہوں میں سائنس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو فروغ دیا جائے تاکہ اس طریق کار سے جدید تعلیمی درسگاہوں کے طلباء کو لادینیت اور مذہب سے بیزاری جبکہ دینوی تعلیم پانے والے طلباء کو شدت پرستی جیسے مہلک رجحانات جیسی برائیوں سے بچایا جا سکے۔

اپنی طویل ترین جد و جہد کے دوران بدیع الزماں سیّد نورسی نے اپنے علم اور بصیرت کے زور پر ''رسالۂ نور'' کی صورت میں قرآن پاک کی جو مفصل تفسیر مرتب کی اس کے نور سے آنے والی صدیاں ہمیشہ جگمگاتی رہیں گی۔

بدیع الزماں سیّد نورسی کی دیگر کُتب

- معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- عکسِ وجودِ باری تعالیٰ
- قرآن حکیم کے کھلے راز
- اسلام' انسانی خوشی کا دروازہ
- یومِ آخرت' حیات بعد الموت
- وجودِ ہستی اور تصورِ توحید

Email:info@jbdpress.com

www.jbdpress.com